نضر الله امرأ سمع منا حدیثا فحفظه حتی یبلغه
بسم الله الرحمن الرحیم
اللہ نزل احسن الحدیث
ماھنامہ
الحدیث
حضرو
شمارہ نمبر
90
مدیر: حافظ زبیر علی زئی
ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ نومبر ۲۰۱۱ء
کیا انبیاء اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں؟
حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں
رب نواز دیوبندی کا تعاقب
عقیدۂ وحدت الوجود اور آلِ دیوبند (رب نواز دیوبندی کا رد)
فیصل خان بریلوی رضاخانی کی دو بڑی خیانتیں
مکتبۃ الحدیث حضرو اٹک : پاکستان

نماز میں خشوع وانکساری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ﴿ الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خٰشِعُوْنَ ﴾

(مومنین کامیاب ہوگئے) جو اپنی نمازوں میں خشوع کرتے ہیں۔ (المومنون: ۲)

فقہ القرآن: ① خشوع سے یہاں مراد اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں عاجزی وانکساری ہے اور حکمِ ربانی کے مطابق قیام ہے۔ (دیکھئے تفسیر ابن جریر الطبری ۸/۲۵۶ ط دار الحدیث القاہرۃ)

② سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ایک روایت میں آیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز پڑھتے تو آسمان کی طرف دیکھتے تھے، لہٰذا یہ آیت نازل ہوئی: ''**فطأطأ رأسه**'' پس آپ نے اپنا سر جھکالیا۔ (المستدرک للحاکم ۲/۳۹۳ ح ۳۴۸۳، دوسرا نسخہ ۲/۴۲۶)

اس روایت کی سند میں ابو شعیب عبداللہ بن الحسن بن احمد بن ابی شعیب الحرانی جمہور کے نزدیک موثق ہونے کی وجہ سے حسن الحدیث ہیں اور باقی سند صحیح ہے۔ روایتِ مذکورہ کو ثقہ راویوں نے مرسلاً بیان کیا ہے، لیکن حسن الحدیث راوی کی زیادت بھی قابلِ قبول ہوتی ہے، جیسا کہ نزہۃ النظر شرح نخبۃ الفکر (ص ۳۱۵ مع شرح الملا علی القاری) وغیرہ کتبِ اصول الحدیث سے ثابت ہے۔ الخلافیات للبیہقی میں اس حدیث کا ایک شاہد بھی ہے۔

(النفح الشذی لابن سید الناس ۴/۳۹۰، مخطوط ۲/۲۱۷، نیز دیکھئے میری کتاب: نور العینین ص ۱۹۵۔۲۰۴)

خلاصہ یہ کہ حاکم والی روایت حسن ہے۔

③ نماز میں آسمان کی طرف اور اِدھر اُدھر دیکھنا ممنوع ہے اور اگر شرعی ضرورت ہو تو نماز میں سامنے یا امام کو دیکھنا جائز ہے، جیسا کہ متعدد احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

④ نماز میں ہر وہ کام خشوع کے منافی ہے جو قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت نہیں اور ہر وہ کام خشوع کے بالکل مطابق ہے جو قرآن، حدیث، اجماع اور آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے۔ (۱۳/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الله نزل احسن الحديث

ماہنامہ الحدیث حضرو

نضر الله امرأ سمع منا حديثا فحفظه حتى يبلغه

جلد: 8	ذوالحجہ ۱۴۳۲ھ نومبر ۲۰۱۱ء	شمارہ: 11

قیمت

فی شمارہ : 20 روپے

سالانہ : 200 روپے

علاوہ محصول ڈاک

پاکستان: مع محصول ڈاک

300 روپے

خط و کتابت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

ناشر حافظ شیر محمد

0300-5288783

مقام اشاعت

مکتبۃ الحدیث

حضرو ضلع اٹک

برائے رابطہ

0302-5756937

اس شمارے میں

الفصل الثاني

۲۹۲) عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ : **((استقيموا ولن تحصوا ، واعلموا أن خيرَ أعمالِكم الصلاة ، ولا يحافظ على الوضوءِ إلا مؤمن .))**

رواه مالك ، و أحمد ، و ابن ماجه ، والدارمي .

ثوبان (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ثابت قدم ہو جاؤ اور تم (اسے) شمار نہیں کر سکو گے، اور جان لو کہ تمھارے اعمال میں سے سب سے بہتر نماز ہے اور وضو کی حفاظت صرف مومن ہی کرتا ہے۔ اسے مالک (الموطأ ۱/۳۴ ح ۶۵) احمد (۵/۲۸۰ ح ۲۲۷۷۸) ابن ماجہ (۲۷۷) اور دارمی (۱/۱۶۹ ح ۶۶۱) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن

اسے حاکم نے بخاری و مسلم کی شرط پر صحیح کہا (۱/۱۳۰ ح ۴۴۹) اور ذہبی نے حاکم کی موافقت کی۔!

سالم بن ابی الجعد نے سیدنا ثوبان رضی اللہ عنہ سے کچھ نہیں سنا، لیکن اس حدیث کے دو شاہد ہیں:

۱: بلفظ: **"سددوا وقاربوا واعملوا و خير أعمالكم الصلٰوة ولا يحافظ علٰى الوضوء إلا مؤمن"** (مسند احمد ۵/۲۸۲ ح ۲۲۴۳۳ وسندہ حسن لذاتہ وصححہ ابن حبان: ۱۰۳۷)

۲: بلفظ: **" استقيموا تفلحوا و خير أعمالكم الصلٰوة و لن يحافظ على الوضوء إلا مؤمن "** (مسند احمد ۵/۲۸۰ ح ۲۲۴۱۴، ورجالہ ثقات)

فقہ الحدیث:

۱: لا الٰہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ (ﷺ) کی گواہی دینے کے بعد سب سے بہتر عمل نماز

ہے اور اللہ ورسول پر ایمان کے بعد اسلام کا دوسرا بنیادی رکن نماز ہے۔

روزانہ دن ورات میں ہر مکلف مسلمان پر پانچ نمازیں فرض ہیں اور ان کی پوری پوری حفاظت ضروری ہے۔ حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ اچھے طریقے سے سنت کے مطابق وضو کیا جائے، تمام نمازیں اپنے اوقات پر سنت کے مطابق پڑھی جائیں اور مقصد ریا (دکھاوا) نہ ہو بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی رضا مندی ہو۔

۲: اہل ایمان کی یہ خاص نشانی ہے کہ وہ سنت کے مطابق اور بالکل صحیح طریقے سے وضو کرتے ہیں، تا کہ اس وضو سے پڑھی گئی نمازیں اللہ کے ہاں مقبول ہوں۔

۳: کتاب وسنت اور جو کچھ کتاب وسنت سے ثابت ہے، اس کے مطابق زندگی گزارنے اور اس پر ثابت قدم ہونے کا ثواب بے حد و بے شمار ہے۔ ان شاء اللہ

۲۹۳) وعن ابن عمر ، قال قال رسول اللہ ﷺ :

((مَن توضّأ على طُهْرٍ ، كتب له عشر حسنات .)) رواه الترمذي .

ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو آدمی طہارت (وضو) پر وضو کرتا ہے تو اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں۔

اسے ترمذی (۵۹) [ابوداود (۶۲) اور ابن ماجہ (۵۱۲)] نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس سند میں وجہِ ضعف یہ ہے کہ اس کا راوی عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی ضعیف تھا۔ دیکھئے حدیث: ۲۳۹

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا:

"**إسناده ضعيف**" اس کی سند ضعیف ہے۔ (ح ۵۹)

امام بیہقی نے یہ روایت بیان کر کے فرمایا: "**عبد الرحمن بن زياد الإفريقي غير قوي**" عبدالرحمٰن بن زیاد افریقی قوی نہیں ہے۔ (السنن الکبریٰ ۱/۱۶۲)

بوصیری نے کہا: "**هذا إسناد فيه عبد الرحمن بن زياد (الإفريقي) وهو**

ضعیف و مع ضعفه کان یدلس " اس سند میں عبدالرحمٰن بن زیاد (الافریقی) ضعیف ہے اور وہ ضعیف ہونے کے ساتھ تدلیس بھی کرتا تھا۔ (زوائد ابن ماجہ:۵۱۲)

عبدالرحمٰن بن زیاد بن انعم الافریقی کے بارے میں حافظ عراقی نے فرمایا:

" ضعفه الجمهور " (تخریج الاحیاء ۲/۱۹۹)

ہیثمی نے کہا: " وقد ضعفه الجمهور ." (مجمع الزوائد ۵/۵۶)

نیز دیکھئے مجمع الزوائد (۸/۶۵، ۱۰/۲۵۰)

فائدہ: وضو کرنا عبادت اور نیکی کا کام ہے اور وضو پر وضو کرنا بھی ثابت ہے۔

(دیکھئے ح ۴۲۵۔۴۲۶)

اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ ﴿مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا﴾ جو شخص ایک نیکی لے کر آئے گا تو اسے دس گنا اجر دیا جائے گا۔ (الانعام:۱۶۰)

الفصل الثالث

۲۹۴) عن جابر قال قال رسول الله ﷺ:

((**مفتاح الجنة الصلاة و مفتاح الصلاة الطهور .**)) رواه أحمد .

جابر (بن عبداللہ الانصاری رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جنت کی چابی نماز ہے اور نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے۔

اسے احمد (۳/۳۴۰ ح ۱۴۷۱۷) [اور ترمذی (۴)] نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند ضعیف ہے۔

اس روایت کی سند دو وجہ سے ضعیف ہے:

۱: اس کا راوی سلیمان بن قرم (جسے سلیمان بن معاذ بھی کہا جاتا ہے) ضعیف تھا۔

صحیح مسلم میں اس کی ایک روایت (۲۶۴۰) بطورِ متابعت ہے، جبکہ جمہور محدثین نے اسے اس کے بُرے حافظے کی وجہ سے ضعیف قرار دیا ہے۔ دیکھئے انوار الصحیفۃ (ص ۶۷)

۲: ابویحییٰ القتات ضعیف راوی ہے۔ حافظ ہیثمی نے فرمایا: " و ضعفه الجمهور ."
اور جمہور نے اسے ضعیف کہا ہے۔ (مجمع الزوائد ۱۰/۷۴)
حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا: "لین الحدیث " وہ حدیث میں کمزور ہے۔
(تقریب التہذیب: ۴۰۶۹)

اس ضعیف روایت سے بے نیازی کے لئے دیکھئے آنے والی حدیث: ۳۱۲، ۳۱۳

۲۹۵) و عن شبیب بن أبي روح عن رجل من أصحاب رسول الله ﷺ أن رسول الله ﷺ صلی صلاة الصبح ، فقرأ الروم فالتبس علیه . فلما صلّی قال : **((ما بال أقوام يصلون معنا، لا يحسنون الطهور ؟ و إنما يلبس علينا القرآن أولئك .))** رواه النسائي .

رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں سے ایک صحابی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو سورۃ الروم کی تلاوت فرمائی ، پھر آپ کو قراءت میں اشتباہ ہو گیا (متشابہ لگ گیا) پھر جب آپ نے نماز پڑھ لی تو فرمایا: کیا وجہ ہے کہ کچھ لوگ ہمارے ساتھ نمازیں پڑھتے ہیں (اور) اچھے طریقے سے وضو نہیں کرتے ؟ اس وجہ سے ہمیں قرآن کی قراءت میں اشتباہ ہو گیا تھا۔

اسے نسائی (۲/۱۵۶ ح ۹۴۸) نے روایت کیا ہے۔

تحقیق الحدیث: اس کی سند صحیح ہے۔

مسند احمد (۳/۴۷۱ ح ۱۵۹۶۸) میں عبد الملک بن عمیر رحمہ اللہ (ثقہ مدلس) کے سماع کی تصریح موجود ہے۔ والحمد للہ

فقہ الحدیث:

۱: مقتدیوں کے وضو کی غلطیوں کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کی نماز پر یہ اثر ہو جاتا تھا کہ آپ کو بعض اوقات قراءت میں متشابہ لگ جاتا ، یعنی ایک آیت کے بجائے اس جیسی دوسری آیت پڑھنے لگتے تھے۔

۲: بعض اعمال کا دوسرے لوگوں کے اعمال پر بھی اثر ہوتا ہے۔

۳: اچھے اور مسنون طریقے سے وضو کرنے کا پورا پورا اہتمام کرنا چاہئے۔

۴: فوائد غزنویہ میں لکھا ہوا ہے کہ ”اس لیے اہل بدعت، مشرکین اور فاسقین فاجرین کی صحبت سے بچنا چاہئے اس سے اخلاق برباد ہو جاتے ہیں۔ انسان بدعملی کا عادی ہو جاتا ہے اور شرک سے رغبت ہو جاتی ہے۔“ (ج ۱ ص ۲۸۴)

۵: صبح کی نماز میں لمبی قراءت کرنی چاہئے۔

۶: اگر کسی شخص سے غلطی ہو جائے تو اس کا نام لئے بغیر اشارے سے اس شخص کا رد کر دینا بہتر ہے اور اس طریقے سے عین ممکن ہے کہ وہ اپنی اصلاح کر لے۔ **واللہ ھو الموفق**

۷: نماز کی حالت میں دنیا کی باتیں جائز نہیں ہیں۔

۸: رسول اللہ ﷺ بشر رسول ہیں اور آپ عالم الغیب نہیں تھے۔

۹: ناپسندیدہ مجالس سے بچنا چاہئے، کیونکہ صالح افراد پر بھی ان کا کچھ نہ کچھ اثر ہو سکتا ہے۔

۱۰: قراءتِ فاتحہ کے بعد باقی نماز میں قراءت کی نادانستہ غلطی سے نماز ہو جاتی ہے۔

۲۹۶) وعن رجل من بني سُليم قال: عدهن رسول الله ﷺ في يدي - أو في يده - قال: ((**التسبيح نصف الميزان، والحمد لله يملؤه، والتكبير يملأ ما بين السماء والأرض، والصوم نصف الصبر، والطهور نصف الإيمان.**)) رواه الترمذي، وقال: هذا حديث حسن.

بنو سُلیم (قبیلے) کے ایک آدمی (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے یا میرے ہاتھ میں گن کر بتایا: تسبیح آدھا ترازو ہے، الحمد للہ (کہنا) اسے بھر دیتا ہے، آسمان اور زمین کے درمیان جو کچھ ہے اسے تکبیر بھر دیتی ہے، روزہ آدھا صبر ہے اور طہارت آدھا ایمان ہے۔ اسے ترمذی (۳۵۱۹) نے روایت کیا اور فرمایا: یہ حدیث حسن ہے۔

تحقیق الحدیث: حسن ہے۔

اس حدیث کے راوی جری بن کلیب کو امام عجلی، حافظ ابن حبان (الثقات ۴/ ۱۱۷) اور امام ترمذی وغیرہم نے ثقہ قرار دیا۔ امام ابوحاتم الرازی نے جرح کی اور امام ابن المدینی نے فرمایا: ''مجھول'' (دیکھئے تہذیب التہذیب ۲/ ۷۸)

عرض ہے کہ جمہور محدثین کی توثیق کی وجہ سے جری بن کلیب کی توثیق ہی راجح ہے، لہٰذا وہ صدوق حسن الحدیث تھے۔

تنبیہ: بعض محدثین کے نزدیک جری بن کلیب دو ہیں:

۱: نہدی کوفی جس سے ابواسحاق، یونس بن ابی اسحاق اور عاصم بن بہدلہ تین راویوں نے روایت بیان کی، ترمذی اور ابن حبان نے ثقہ قرار دیا۔

۲: سدوسی بصری جس سے صرف قتادہ راوی ہیں اور قتادہ نے ان کی تعریف بیان کی، ترمذی وعجلی نے ثقہ وصدوق قرار دیا۔

یہ دونوں حسن الحدیث راوی ہیں، لہٰذا راویوں کا اختلاف یہاں مضر نہیں اور امام بخاری وغیرہ کے طرزِ عمل سے یہ ظاہر ہے کہ یہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ واللہ اعلم

فقہ الحدیث:

۱: اعمالِ صالحہ مثلاً تسبیح، تحمید اور تکبیر کا قیامت کے دن اعمال کی میزان (ترازو) میں بہت زیادہ وزن ہوگا۔

۲: قیامت کے دن اعمال تولے جائیں گے اور نیک اعمال کا وزن ہوگا، رہے جہنمی اور بدقسمت لوگ تو ان کے اعمال کا کوئی وزن نہیں ہوگا بلکہ اُنھیں ہوا میں ھباءً منثورا کر کے اُڑا دیا جائے گا۔

۳: اذکار کثرت سے کرنے چاہئیں تاکہ ان لوگوں کی رفاقت نصیب ہو جن کے اعمال قیامت کے دن بہت بھاری ہوں گے۔

۴: چونکہ نماز ایمان میں سے ہے بلکہ ایمان کا دوسرا بنیادی رکن ہے اور نماز کا دارومدار وضو پر ہے، لہٰذا وضو کو بھی آدھا ایمان کہا گیا ہے۔ نیز دیکھئے حدیث سابق: ۲۸۱

کیا انبیاء اپنی قبروں میں نمازیں پڑھتے ہیں؟

سوال سیدنا انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انبیاء اپنی قبروں میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔ کیا یہ حدیث صحیح ہے یا ضعیف؟ مدلل بیان کریں۔

کیا اس روایت کو بیہقی، سبکی، ابن حجر عسقلانی، ہیثمی اور سیوطی وغیرہم نے صحیح قرار دیا ہے؟ (ملخصا، قاری محمد اسماعیل سلفی، جھنگ)

الجواب یہ روایت: " **الأنبیاء أحیاء في قبورهم یصلّون .** "

مسند ابی یعلیٰ الموصلی (۶/ ۱۴۷ ح ۳۴۲۵) اور حیاۃ الانبیاء للبیہقی (ح ۲ من طریق ابی یعلیٰ) میں درج ذیل سند کے ساتھ موجود ہے:

" **یحیی بن أبي بکیر :حدثنا المستلم بن سعید عن الحجاج عن ثابت البناني عن أنس بن مالك .** "

اس سند میں حجاج راوی غیر منسوب ہے، اس کی ولدیت یا نسب معلوم نہیں اور حافظ ذہبی نے فرمایا: " **نکرة . ما روی عنه فیما أعلم سوی مستلم بن سعید فأتی بخبر منکر عنه ...** " مجہول ہے، میرے علم کے مطابق مستلم بن سعید کے علاوہ کسی نے اس سے روایت بیان نہیں کی، پس وہ (مستلم) اس سے منکر خبر لایا ہے۔ ...(میزان الاعتدال ۱/ ۴۶۰ ت ۱۷۲۷، وقال الذہبی: "حجاج بن الاسود" وھو خطأ من الذہبی والصواب: "حجاج" من غیر "بن الاسود")

اگر کوئی آدمی حافظ ابن حجر کے حوالے سے کہے کہ حجاج سے مراد حجاج بن ابی زیاد الاسود البصری ہے تو عرض ہے کہ یہ تعین کئی وجہ سے غلط ہے:

۱: حافظ ذہبی جو کہ بقولِ ابن حجر " **من أهل الاستقراء التام في نقد الرجال** "

تھے۔ (نزھۃ النظر شرح نخبۃ الفکر مع شرح الملا علی قاری ص ۷۳۶)
وہ حجاج بن ابی زیاد الاسود القسملی کو اچھی طرح پہچانتے تھے، جیسا کہ انھوں نے خود فرمایا:
" **بصري صدوق ... و كان من الصلحاء و ثقه ابن معين . مات بضع و أربعين و مائة** " (سیر اعلام النبلاء ۷/۷۶)

معلوم ہوا کہ حافظ ذہبی کے نزدیک حجاج دو ہیں:
اول: ابن ابی زیاد الاسود زق العسل، صدوق۔
دوم: نامعلوم، مجہول۔

۲: مستلم بن سعید سے اس روایت کی کسی صحیح سند میں حجاج کے بعد "بن الاسود" کی صراحت ثابت نہیں اور حسن بن قتیبہ المدائنی (متروک مجروح، ضعفہ الجمهور) کی جس روایت میں یہ صراحت آئی ہے، وہ مردود و باطل ہے۔

حسن بن قتیبہ متروک وھالک کی روایت مسند البزار، الفوائد لتمام الرازی، الکامل لابن عدی، حیاۃ الانبیاء للبیہقی اور تاریخ دمشق لابن عساکر میں موجود ہے۔
(دیکھئے الصحیحہ للالبانی ۲/۱۸۷ ح ۶۲۱)

اگر کوئی کہے کہ تہذیب الکمال میں مستلم بن سعید کے شیوخ میں حجاج بن ابی زیاد الاسود کا ذکر کیا گیا ہے، تو عرض ہے کہ ذہبی کے اختلاف مذکور کے بعد یہ ذکر نا قابلِ حجت ہے۔ جو لوگ حجاج (مجہول) کو ضرور بالضرور ابن الاسود ثابت کرنے پر بضد ہیں، انھیں چاہئے کہ اس کا ثبوت صحیح سند سے پیش کریں۔

فائدہ: **المستلم بن سعيد عن حجاج عن ثابت** والی روایت اخبار اصفہان لابی نعیم الاصبہانی (۸۳/۲) میں موجود ہے، لیکن اس کی سند ضعیف ہے اور الفاظ درج ذیل ہیں: " **الأنبياء في قبورهم يصلّون** "

یعنی اس میں "أحياء" کا لفظ ہی نہیں ہے۔
اس تفصیل سے ثابت ہوا کہ مذکورہ عجیب وغریب روایت بلحاظِ سند صحیح نہیں ہے، لہٰذا

محمد عباس رضوی بریلوی کا اپنی کتاب ''واللہ آپ زندہ ہیں'' میں اوراق کے اوراق لکھنا چنداں مفید نہیں ہے۔

امام بیہقی کا اس روایت کو صحیح کہنا ان کی کتاب سے ثابت نہیں اور حافظ ابن حجر کی نقل منقطع و بے سند ہے۔ خود حافظ ابن حجر سے اس روایت کو صحیح قرار دینا ثابت نہیں اور سبکی کا ذہبی کے مقابلے میں کوئی مقام نہیں ہے۔

ہیثمی کا اس روایت کے راویوں کو ثقہ قرار دینا حجاج مجہول کی وجہ سے غلط ہے اور سیوطی متاخرین میں سے تھے۔

اصل مسئلہ یہ ہے کہ یہ روایت اصولِ حدیث واسماء الرجال کی وجہ سے صحیح نہیں اور اس کے تمام شواہد بھی ضعیف و مردود ہیں۔

اس باب میں صرف صحیح مسلم کی وہ حدیث ثابت ہے جس میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (معراج کی رات) سیدنا ابو موسیٰ رضی اللہ عنہ کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا تھا۔

یہ خاص معجزہ ہے اور اس سے عام استدلال محلِ نظر ہے۔ واللہ اعلم

انبیائے کرام کی برزخی زندگی (حیاۃ الانبیاء) کے لئے دیکھئے میری کتاب: تحقیقی مقالات (ج ۱ ص ۱۹۔۲۶)

اگر ایمان ثریا (ستارے) پر بھی ہو تو؟

سوال سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: ایمان آسمان کے ثریا ستارے پر جا لٹکے تو بھی آلِ فارس سے ایک شخص اسے پالے گا۔ (مسلم)

اس حدیث کے صحیح مصداق کون سے امام ہیں؟ ہم نے بعض حنفیوں کو کہتے ہوئے سنا ہے کہ اس حدیث کے مصداق امام ابوحنیفہ ہیں اور کیا حافظ ابن حجر مکی نے الخیرات الحسان میں کہا ہے کہ اس سے مراد ابوحنیفہ ہیں؟ (قاری محمد اسماعیل سلفی، جھنگ)

الجواب سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت کے الفاظ درج ذیل ہیں:

((لو كان الدين عند الثريا لذهب به رجل من فارس أو قال :من أبناء فارس ـ حتى يتناوله .)) اگر دین ثریا (تارے) کے پاس ہوتا تو فارس یا اولادِ فارس میں سے ایک آدمی اسے پالیتا۔ (صحیح مسلم:۲۵۴۶، ترقیم دار السلام:۶۴۹۷)

امام عبد الرزاق کی بیان کردہ یہی روایت مصنف عبد الرزاق میں درج ذیل الفاظ کے ساتھ ہے:

" لذهب إليه رجل ـ أو قال :رجال من أبناء فارس حتى يتنا ولوه"

(ج ۱۱ص ۶۵ ح ۱۹۹۲۳، دوسرا نسخہ ج ۱۰ص ۱۱۴ ح ۲۰۰۹۲)

دبری کی بیان کردہ کتاب: مصنف عبد الرزاق کی یہی روایت اخبار اصفہان لابی نعیم الاصفہانی (۱/۴) میں بھی انھی الفاظ کے ساتھ موجود ہے۔

امام عبد الرزاق کے مشہور شاگرد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ نے اس حدیث کو درج ذیل الفاظ کے ساتھ بیان کیا:

" لذهب رجال من فارس ـ أو أبناء فارس حتى يتناولوه "

(مسند احمد ۲/ ۳۰۹ ح ۸۰۸۱، موسوعہ حدیثیہ ۱۳/ ۴۴۴۔ ۴۴۵)

یہی حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے دوسری سند کے ساتھ صحیح بخاری (۴۸۹۸) اور صحیح مسلم (ح ۲۵۴۶، ترقیم دار السلام: ۶۴۹۸) میں " لنا له رجال من هولاء " کے الفاظ سے موجود ہے اور صحیح بخاری (۴۸۹۷) میں " لنا له رجال أو رجل من هولاء " کے متن سے ثابت ہے۔

خلاصہ یہ کہ اس حدیث میں دو اقسام کا ذکر ہے اور یہی دونوں اقسام مراد ہیں:

۱: رجل (فارس کا ایک آدمی)

۲: رجال (فارس کے بہت سے آدمی)

اول الذکر (رجل) سے مراد سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ ہیں، جیسا کہ کئی دلائل سے ثابت ہے۔ مثلاً:

۱: حدیث کے سیاق میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسی رضی اللہ عنہ پر ہاتھ رکھ کر یہ الفاظ بیان فرمائے تھے۔ دیکھئے صحیح بخاری (۴۸۹۷)

۲: حافظ ابن عبدالبر نے اس حدیث کو سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے فضائل میں ذکر کیا ہے۔ (دیکھئے الاستیعاب ۳۸۲/۱ ت ۱۰۱۳)

ثانی الذکر (رجال) سے مراد فارس کے رہنے والے جلیل القدر اور صحیح العقیدہ محدثین ہیں۔ حافظ ابن حجر نے قرطبی سے نقل کیا: ان (فارسی) لوگوں میں حفاظِ حدیث مشہور ہیں، جو دوسروں میں نہیں ہیں۔ (دیکھئے فتح الباری ج ۸ ص ۶۴۳ تحت ح ۴۸۹۸)

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے فرمایا: "**و مصداق ذلك: ما وُجد في التابعين و من بعدهم من أبناء فارس الأحرار و الموالي مثل: الحسن و ابن سيرين و عكرمة مولى ابن عباس وغيرهم......**" **إلخ**

اور اس کا مصداق وہ تابعین اور ان کے بعد کے لوگ ہیں جو فارس کے رہنے والے آزاد اور آزاد کردہ غلام تھے مثلاً حسن بصری، محمد بن سیرین، عکرمہ مولیٰ ابن عباس وغیرہم۔ الخ

(اقتضاء الصراط المستقیم ص ۱۴۵)

وغیرہم سے مراد امام بخاری، امام مسلم، امام ابوداود، امام ترمذی، امام ابن ماجہ، امام یعقوب بن سفیان الفارسی اور دوسرے جلیل القدر محدثین ہیں۔ رحمہم اللہ اجمعین

دسویں صدی ہجری کے ایک مبتدع ابوالعباس احمد بن محمد بن محمد... ابن حجر الہیتمی المکی کا حدیثِ مذکور میں رجل سے امام ابوحنیفہ مراد لینا دو وجہ سے باطل ہے:

۱: امام ابوحنیفہ کا فارسی ہونا صحیح سند سے قطعاً ثابت نہیں ہے۔ اس سلسلے میں حنفیہ، سیوطی اور ابن حجر مکی وغیرہم جو کچھ ذکر کرتے ہیں وہ سب جھوٹ کا پلندا اور باطل ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: توضیح الاحکام (ج ۲ ص ۴۰۱۔۴۰۲)

۲: امام ابوحنیفہ کابل کے باشندے تھے، جیسا کہ امام ابونعیم الفضل بن دکین الکوفی رحمہ اللہ (متوفی ۲۱۸ھ) نے فرمایا: ابوحنیفہ نعمان بن ثابت بن زوطی، آپ کی اصل کابل

سے ہے۔ (تاریخ بغداد ۳۲۴/۱۳۔۳۲۵ وسندہ صحیح)

کابل ایک علیحدہ ملک (اقلیم) ہے اور فارس ایک علیحدہ ملک ہے۔

دیکھئے معجم البلدان (۴۲۶/۳، ۲۲۶/۴) اور توضیح الاحکام (۴۰۲/۲)

کابلی کو فارسی بنانا بہت بڑی تاریخ سازی اور فراڈ ہے۔

غلام رسول سعیدی بریلوی نے اپنے عینی حنفی سے نقل کیا ہے کہ ''اس میں اختلاف ہے کہ وہ آخرین منھم سے کون مراد ہیں، اور اس میں یہ اقوال ہیں:

(۱) تابعین (۲) عجم (۳) ابناء عجم (۴) صحابہ کے بعد کے لوگ (۵) قیامت تک کے مسلمان (۶) علامہ قرطبی نے کہا احسن یہ ہے کہ اس کو ابناء فارس پر محمول کیا جائے۔

یہ بات مشاہدہ سے ثابت ہو چکی ہے کہ فارس میں دینی علوم کا غلبہ ہوا اور وہاں بہت علماء کا ظہور ہوا اور یہ حدیث نبی ﷺ کی پیش گوئی کے صدق پر دلیل ہے۔''

(شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۲۴۲۔۱۲۴۳ تحت ح ۶۳۷۴۔۶۳۷۵ بحوالہ عمدۃ القاری ج ۱۹ ص ۲۳۵)

آپ نے دیکھ لیا کہ عینی نے متعصب حنفی ہونے کے باوجود امام ابوحنیفہ کو اس حدیث کا مصداق قرار نہیں دیا مگر غلام رسول سعیدی نے اپنی بریلویت بچانے کے لئے دسویں صدی کے غیر مقلد سیوطی سے نقل کیا: ''اس میں امام ابوحنیفہ کی طرف اشارہ ہے''

اور اس کے بعد لکھا:

''حافظ سیوطی کے شاگرد علامہ شامی نے لکھا ہے کہ ہمارے استاذ نے جو یہ جزم کیا ہے وہ بالکل صحیح ہے اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اس حدیث سے مراد امام ابوحنیفہ ہیں، کیونکہ ابناء فارس میں امام ابوحنیفہ کے مرتبہ علم وفضل تک کوئی نہیں پہنچا۔'' (شرح صحیح مسلم ج ۶ ص ۱۲۴۳)

سعیدی بریلوی صاحب کا یہ بیان چار وجہ سے باطل ہے:

۱: سیوطی (غیر مقلد) کی وفات ۹۱۱ھ ہے اور ابن عابدین شامی صاحب ۱۱۹۸ھ میں پیدا ہوئے تھے۔ (دیکھئے معجم المؤلفین ۱۴۵/۳ ت ۱۲۲۷۴)

۲۸۷ سال بعد میں پیدا ہونے والے کیا سیوطی کی قبر میں پڑھنے کے لئے گئے تھے؟!

تنبیہ: سیوطی کے غیر مقلد ہونے کے لئے دیکھئے، سیوطی کی کتاب: ''الرد علی من أخلد إلی الأرض و جهل أن الاجتهاد في كل عصر فرض''

۲: امام ابوحنیفہ فارسی نہیں تھے۔

۳: امام ابوحنیفہ کابلی تھے۔

۴: اس روایت سے سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ اور احادیث، علومِ حدیث، تفاسیر اور کتبِ اسماء الرجال لکھنے والے فارسی محدثین کرام مراد ہیں۔

اگر حنفیہ، بریلویہ اور دیوبندیہ تینوں فرقے ناراض نہ ہوں تو عرض ہے کہ امام ابوحنیفہ نے جو ''صحیح ابی حنیفہ'' لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

امام ابوحنیفہ نے جو کتاب التفسیر لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

امام ابوحنیفہ نے اصولِ فقہ و اصولِ حدیث کی جو کتاب لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

امام ابوحنیفہ نے اسماء الرجال کی جو کتاب لکھی تھی، وہ کہاں ہے؟

آخر میں عرض ہے کہ اپنے دین میں غلو نہ کریں، عدل و انصاف سے کام لیں اور کیا صبح قریب نہیں ہے؟! (۱۳/ اگست ۲۰۱۱ء)

اوجھڑی حلال ہے

سوال اوجھری بالعموم اور قربانی کے جانور کی اوجھری بالخصوص حلال ہے یا حرام؟ وضاحت مطلوب ہے۔ (ارشاد اللہ امان، شیخوپورہ شہر)

الجواب حلال جانور مثلاً گائے، بھینس، اونٹ، بکری اور بھیڑ وغیرہ کو شرائطِ شرعیہ کے ساتھ ذبح کیا جائے تو اُس کی اوجھڑی حلال ہے، چاہے قربانی ہو یا عام ذبیحہ ہو اور اسے حرام کہنا غلط ہے۔

قربانی کے جانوروں کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

﴿فَإِذَا وَجَبَتْ جُنُوبُهَا فَكُلُوا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾ پھر جب وہ پشت

لگادیں (یعنی ذبح ہو جائیں) تو اُن میں سے کھاؤ، اور امیر وغریب کو کھلاؤ۔ (الحج:۳۶)

اس آیت کے عموم سے ثابت ہے کہ ذبح شدہ جانور کا گوشت، اوجھڑی، کلیجی اور دل وغیرہ حلال ہیں اور یہاں بطور فائدہ عرض ہے کہ جس چیز کی حُرمت قرآن، حدیث اور اجماع یا آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے تو وہ چیز اس آیت کے عموم سے خارج ہے۔ مثلاً:

۱: وہ چیز جسے عام اہل ایمان کی طبیعتیں خبیث اور گندی سمجھیں تو آیت:

﴿وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ﴾ اور آپ (ﷺ) ان لوگوں پر خبیث چیزیں حرام قرار دیتے ہیں۔ (الاعراف:۱۵۷) کی رو سے مکروہ تحریمی یا تنزیہی ہیں۔

اوجھڑی کا خبیث ہونا نہ تو آثارِ سلف صالحین سے ثابت ہے اور نہ عام اہل ایمان اس کو گندا یا مکروہ وناپسندیدہ سمجھتے تھے۔

۲: وہ چیز جو چوری یا غصب کر کے حاصل کر لی جائے۔ مثلاً کسی شخص کی بکری چوری کر کے ذبح کیا جائے تو مسلمانوں کے لئے اس کا گوشت حلال نہیں ہے، اِلا یہ کہ اصل مالک اجازت دے دے۔

۳: وہ حلال جانور جس کی خوراک ہی گندگی نجاست ہو (یعنی جلالہ جانور) اُس کا گوشت کھانا جائز نہیں ہے۔

۴: زندہ جانور کا کٹا ہوا گوشت حرام ہے۔ وغیرہ

اب موضوع کی مناسبت سے چند فوائد پیشِ خدمت ہیں:

۱: مفسر قرآن امام مجاہد تابعی رحمہ اللہ سے روایت ہے: **"أن النبی ﷺ کرہ من الشاۃ سبعًا: المثانۃ والمرارۃ والغدۃ والذکر والحیاء والأنثیین."**

بے شک نبی ﷺ بکری کی سات چیزوں کو مکروہ سمجھتے تھے: مثانہ، پتا، غدہ (گوشت کی گرہ جو کسی بیماری وغیرہ کی وجہ سے ابھر آتی ہے) آلۂ تناسل، کھر اور سم والے جانوروں کی فرج (شرمگاہ) اور دونوں خصیے۔ (کتاب المراسیل لابی داود: ۴۶۰، مصنف عبدالرزاق ۴/۵۳۵ ح ۸۷۷۱، دوسرا نسخہ: ۸۸۰۲، السنن الکبریٰ للبیہقی ۱۰/۷)

یہ روایت دو وجہ سے ضعیف ہے:

اول: واصل بن ابی جمیل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہے۔ مثلاً امام دارقطنی نے فرمایا: ''**وواصل هذا ضعيف**'' اور یہ واصل ضعیف ہے۔ (سنن دارقطنی ۳/ ۷۷ ح ۳۰۵۹)

دوم: روایت مرسل (یعنی منقطع) ہے اور مرسل جمہور محدثین کے نزدیک ضعیف ہوتی ہے۔ روایتِ مذکورہ کو عمر بن موسیٰ بن وجیہ نے واصل بن ابی جمیل عن مجاہد عن ابن عباس کی سند سے مرفوعاً بیان کیا ہے لیکن عمر بن موسیٰ بن وجیہ کذاب منکر الحدیث راوی تھا۔

(دیکھئے لسان المیزان ۴/ ۳۳۲۔ ۳۳۳، دوسرا نسخہ ۵/ ۲۴۱)

لہٰذا یہ روایت موضوع ہے۔

المعجم الاوسط للطبرانی میں اس روایت کا ایک شاہد بھی ہے۔

(۱۰/ ۲۱۷ ح ۹۴۷۶، مجمع الزوائد ۵/ ۳۶)

اس کی سند میں یحییٰ الحمانی چور تھا۔ (دیکھئے تقریب التہذیب: ۷۵۹۱)

اس کے استاد عبدالرحمٰن بن ابی سلمہ سے مراد عبدالرحمٰن بن زید بن اسلم ہے اور اس کی روایات اس کے باپ سے موضوع ہوتی ہیں اور یہ روایت بھی اس کے باپ سے ہے، لہٰذا موضوع ہے۔

علاء الدین ابوبکر بن مسعود الکاسانی الحنفی (متوفی ۵۸۷ھ) نے بغیر کسی سند کے امام ابوحنیفہ سے نقل کیا کہ خون حرام ہے اور میں چھ چیزوں کو مکروہ سمجھتا ہوں۔ (بدائع الصنائع ۵/ ۶۱)

یہ روایت قابلِ اعتماد صحیح و حسن سند نہ ہونے کی وجہ سے ضعیف و مردود ہے اور چھ چیزوں سے مراد ضعیف حدیث میں بیان شدہ خون کے علاوہ چھ چیزیں ہیں، جس کی تحقیق تھوڑا پہلے گزر چکی ہے۔

خلاصۃ التحقیق: شرائطِ شرعیہ کے ساتھ ذبح شدہ حلال جانور کی اوجھڑی حلال ہے، بشرطیکہ اسے خوب دھو دھو کر، خوب صفائی کر کے پکایا جائے اور کسی قسم کی نجاست کا کوئی اثر باقی نہ رہا ہو۔ (۲۹/ دسمبر ۲۰۱۰ء)

قربانی کا گوشت اور غیر مسلم؟

سوال قربانی کا گوشت غیر مسلم لوگوں کو دیا جا سکتا ہے یا نہیں؟

(ارشاد اللہ امان)

الجواب قربانی کے گوشت کے بارے میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:
﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْبَآئِسَ الْفَقِيْرَ﴾ پس اس سے کھاؤ اور فاقہ کش فقیر کو کھلاؤ۔
(الحج:۲۸)

اور فرمایا: ﴿فَكُلُوْا مِنْهَا وَأَطْعِمُوا الْقَانِعَ وَالْمُعْتَرَّ﴾
پس اس میں سے کھاؤ اور امیر و غریب کو کھلاؤ۔ (الحج:۳۶)

ان آیات سے ثابت ہوا کہ قربانی کے گوشت کے تین حصے کرنا، خود کھانا، امیروں مثلاً رشتہ داروں اور دوستوں کو کھلانا اور غریبوں کو کھلانا بالکل صحیح ہے اور چونکہ قربانی تقربِ الٰہی وعبادت ہے، لہٰذا بہتر یہی ہے کہ قربانی کا گوشت صرف مسلمانوں کو کھلایا جائے۔

اگر تالیفِ قلب کا معاملہ ہو تو پھر سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۶۰ کی رُو سے اُن کافروں کو یہ گوشت کھلانا جائز ہے جو اسلام کے معاند دشمن نہیں بلکہ نرمی والا سلوک رکھتے ہیں۔

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح کی گئی، پھر وہ جب آئے تو کہا: کیا تم نے (اس میں سے) ہمارے یہودی پڑوسی کو بھی بھیجا ہے؟ آپ نے یہ بات دو دفعہ فرمائی اور کہا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا:

((ما زال جبريل يوصيني بالجار حتى ظننت أنه سيورّثه .))

جبریل مجھے مسلسل پڑوسی کے بارے میں کہتے رہے، حتیٰ کہ میں نے سمجھا کہ وہ اسے وارث بنا دیں گے۔ (سنن ترمذی:۱۹۴۳، مسند حمیدی:۵۹۳، وسندہ صحیح)

معلوم ہوا کہ تالیفِ قلب اور پڑوسی وغیرہ ہونے کی وجہ سے غیر مسلم کو بھی قربانی کا گوشت دیا جا سکتا ہے۔ (۲۹/ دسمبر ۲۰۱۰ء)

حنیف قریشی بریلوی اپنی کتاب کے آئینے میں

الحمد للّٰہ ربّ العالمین والصّلٰوۃ والسّلام علٰی رسوله الأمین ، أما بعد:

اس تحقیقی مضمون میں (انگریزی دور میں پیدا ہوجانے والے) نو مولود فرقے: بریلویہ رضاخانیہ کے ایک مناظر محمد حنیف قریشی کی ایک کتاب سے قریشی مذکور اور اس کے (چیلے) معاون مناظر: امتیاز حسین کاظمی کے جھوٹ، دھوکے، جہالتیں اور خیانتیں باحوالہ و رَدپیشِ خدمت ہیں:

۱) ایک روایت میں آیا ہے کہ (رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:)

" إنّ الرجل إذا نظر إلی امرأته ونظرت إلیه ، نظر اللّٰه إلیهما نظرة رحمة. فإذا أخذ بکفها تساقطت ذنوبهما من خلال أصابعهما ."

جب مرد اپنی بیوی کی طرف دیکھتا ہے اور وہ اسے دیکھتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان دونوں کی طرف رحمت کی نظر سے دیکھتا ہے، پھر جب وہ اپنی بیوی کا ہاتھ پکڑتا ہے تو ان کی انگلیوں سے ان کے گناہ گر جاتے ہیں۔

(الجامع الصغیر للسیوطی بحوالہ میسرہ بن علی فی مشیختہ والرافعی فی تاریخہ، فیض القدیر للمناوی ۲/۴۲۳ ح ۱۹۷۷)

اس روایت کی سند درج ذیل ہے:

میسرة بن علي قال:" ثنا إسماعیل بن توبة : ثنا الحسین بن معاذ الخراساني عن إسماعیل بن یحیی التیمي عن مسعر بن کدام عن عطیة العوفي عن أبي سعید الخدري رضي اللّٰه عنه ." (تاریخ تدوین للرافعی ج ۲ ص ۴۷، بحوالہ المکتبۃ الشاملہ)

یہ وہی روایت ہے، جسے محمد حنیف قریشی بریلوی رضاخانی نے پنڈی، اسلام آباد والے مناظرے میں ''لوسنو!'' کہہ کر علانیہ پیش کیا تھا۔

(دیکھئے روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ۵۵۴)

حنیف قریشی کی پیش کردہ اس روایت کے ایک راوی اسماعیل بن یحییٰ بن عبید اللہ التیمی کے بارے میں محدثین کرام اور بعض علماء کی دس گواہیاں درج ذیل ہیں:

۱: امام ابن عدی نے فرمایا: " **يحدّث عن الثقات بالبواطيل .** " وہ ثقہ راویوں سے باطل روایتیں بیان کرتا تھا۔ (الکامل فی ضعفاء الرجال ج ۱ ص ۲۹۷، دوسرا نسخہ ج ۱ ص ۴۹۱)

حافظ ذہبی نے لکھا ہے: " **و قسم كالبخاري و أحمد بن حنبل و أبي زرعة و ابن عدي : معتدلون منصفون .** " اور ایک قسم جیسے بخاری، احمد بن حنبل، ابوزرعہ (الرازی) اور ابن عدی: معتدل (اعتدال کرنے والے) منصف (انصاف کرنے والے) تھے۔ (ذکر من یعتمد قولہ فی الجرح والتعدیل ص ۲، عبدالفتاح ابوغدہ والا نسخہ ص ۱۵۹)

۲: امام دارقطنی نے فرمایا: " **متروك كذّاب .** "

وہ متروک، کذاب (جھوٹا) ہے۔ (الضعفاء والمتروکون للدارقطنی: ۸۱)

محمد بن عبدالرحمٰن السخاوی (صوفی) نے کہا: " **و قسم معتدل كأحمد والدارقطني و ابن عدي .** " اور (اماموں کی) ایک قسم معتدل ہے، جیسے احمد، دارقطنی اور ابن عدی۔

(المتکلمون فی الرجال مع تحقیق ابی غدہ ص ۱۳۷)

۳: حافظ ابن حبان نے کہا: " **كان ممن يروي الموضوعات عن الثقات و مالا أصل[له] عن الأثبات . لا يحل الرواية عنه ولا الاحتجاج به بحال .** "

وہ ثقہ وثبت راویوں سے موضوع اور بے اصل روایتیں بیان کرتا تھا، اس سے روایت کرنا حلال نہیں اور نہ کسی حال میں اس سے حجت پکڑنا جائز ہے۔ (کتاب المجروحین ج ۱ ص ۱۲۶)

۴: حاکم نیشاپوری نے فرمایا:

" **روى عن مالك بن أنس و مسعر بن كدام و ابن أبي ذئب وغيرهم أحاديث موضوعة .** " اس نے مالک بن انس، مسعر بن کدام اور (محمد بن عبدالرحمٰن) ابن ابی ذئب وغیرہم سے موضوع (من گھڑت، جھوٹی) روایات بیان کیں۔

(المدخل الی الصحیح ص ۱۱۷ ت ۸)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔

۵: ابونعیم اصبہانی نے فرمایا: " حدّث عن مسعر و مالك بالموضوعات ، یشمئز القلب و ینفر من حدیثه ، متروك . " اس نے مسعر اور مالک سے موضوع (جھوٹی، من گھڑت) روایات بیان کیں، اس سے دل تنگ ہوتا ہے اور اس کی روایتوں سے نفرت پیدا ہوتی ہے، وہ متروک ہے۔ (کتاب الضعفاء لابی نعیم ص۶۰ ت۱۲)

یادر ہے کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ مذکورہ روایت بھی مسعر بن کدام سے ہے۔

٦: حافظ نورالدین الہیثمی نے فرمایا: " کان یضع الحدیث " وہ حدیثیں گھڑتا تھا۔
(مجمع الزوائد ج۱ ص۱۰٦)

اور فرمایا: " وهو كذاب " اور وہ کذاب (بہت بڑا جھوٹا) ہے۔ (مجمع الزوائد ج۹ ص۲۴۰)

۷: جلال الدین سیوطی نے انتہائی متساہل اور حاطب اللیل ہونے کے باوجود ایک روایت کے بارے میں کہا: " تفرد به إسماعیل و هو كذاب . "

اس روایت کے ساتھ اسماعیل (بن یحییٰ) منفرد ہے اور وہ کذاب ہے۔
(اللآلی المصنوعۃ فی الاحادیث الموضوعۃ ج۱ ص۲۰۷)

علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین الہندی البرہان فوری (متوفی ۹۷۵ھ) نے ایک روایت لکھنے کے بعد کہا: " و فیه إسماعیل بن یحیی التیمي كذاب یضع . "
اور اس میں اسماعیل بن یحییٰ التیمی ہے، وہ کذاب ہے (حدیثیں) گھڑتا تھا۔
(کنز العمال ج۳ ص۲۳۲ ح۶۳۰۵)

تنبیہ: عین ممکن ہے کہ یہ سیوطی کا قول ہو۔

۸: حافظ ابن عبدالبر نے ایک روایت کے بارے میں فرمایا:

" في هذا الباب حدیث موضوع و ضعه إسماعیل بن یحیی بن عبید الله التیمي ... " اس باب میں ایک موضوع روایت ہے، اسے اسماعیل بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی نے گھڑا ہے۔ (التمہید لما فی الموطأ من المعانی والاسانید ج۱ ص۲٦۸)

۹: ابن الجوزی نے فرمایا:" و إسماعیل کان کذابًا ." اور اسماعیل (بن یحییٰ بن عبیداللہ التیمی) کذاب تھا۔ (کتاب الموضوعات ج ۳ ص ۲۱۹)

۱۰: حافظ ابن حجر العسقلانی نے فرمایا:" وھو إسماعیل بن یحیی أحد الکذابین " اور وہ اسماعیل بن یحییٰ ہے، کذابین میں سے ایک۔

(الاصابہ ج ۳ ص ۲۰۱ ت ۶۹۶۷ ترجمۃ: فراس بن عمرو)

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے حوالے ہیں مثلاً:

حافظ ذہبی نے فرمایا:" عن أبي سنان الشیباني و ابن جریج و مسعر بالأباطیل" اس نے ابوسنان الشیبانی، ابن جریج اور مسعر (بن کدام) سے باطل روایات بیان کیں۔

اور فرمایا:" مجمع علٰی ترکه " اس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۲۵۳ ت ۹۶۵)

محدث اسماعیلی نے فرمایا:" و أحادیث إسماعیل بن یحیی موضوعة ."

اور اسماعیل بن یحییٰ کی (بیان کردہ) روایتیں موضوع و من گھڑت ہیں۔

(کتاب: جمع حدیث مسعر، بحوالہ فتح الباری لابن رجب ۱/۲۹۳، مکتبہ شاملہ)

محمد بن یوسف الصالحی نے کہا:" فھذا ھو الوضاع المجمع علٰی ترکه ."

پس یہ (اسماعیل بن یحییٰ التیمی) وہ وضاع (روایات گھڑنے والا) ہے جس کے متروک ہونے پر اجماع ہے۔ (سبل الھدی والرشاد فی سیرۃ خیر العباد ج ۱ ص ۴۰۵، مکتبہ شاملہ)

ثابت ہوا کہ حنیف قریشی کی پیش کردہ روایت موضوع، جھوٹی اور من گھڑت ہے۔

الجامع الصغیر کے مطبوعہ نسخوں میں اس روایت کے ساتھ "صح" کی علامت ناسخ، کاتب یا سیوطی کی غلطی ہے اور غلطی سے استدلال کرنا غلط کار لوگوں کا ہی طریقہ ہے۔

روایتِ مذکورہ موضوعہ پر مزید جرح کے لئے دیکھئے البانی کی سلسلہ ضعیفہ (ج ۷ ص ۲۷۴۔۲۷۵ ح ۳۲۷۴ وقال: موضوع) اور کتبِ اسماء الرجال۔

۲) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''مشہور محدث حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''لسان المیزان'' میں حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی بابت طویل کلام کرتے ہوئے آپ کو خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔ (لسان المیزان 2/451)''

(روئیداد مناظرۂ راولپنڈی: گستاخ کون؟ ص ۴۶۵)

عرض ہے کہ مذکورہ بیان بالکل جھوٹ ہے، کیونکہ حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ نے نہ تو ابن عربی کو خراج تحسین پیش کیا ہے، نہ اسے کبار مشائخ میں سے قرار دیا ہے اور نہ اسے عارف کہا ہے۔ انھوں نے ابن عربی کی تعریف میں بعض علماء کے اقوال ضرور نقل کئے ہیں لیکن یہ بھی لکھ دیا ہے کہ '' کأنهم ما عرفوها أو ما اشتهر كتابه الفصوص ''

گویا کہ انھوں نے انھیں (عقائدِ ابن عربی) کو نہیں پہچانا یا اس کی کتاب الفصوص (ان کے سامنے) مشہور نہیں ہوئی تھی۔ (لسان المیزان ج ۵ ص ۳۱۲۔۳۱۳، دوسرا نسخہ ج ۶ ص ۴۰۰)

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے استاذ امام سراج الدین البُلقینی سے ابن عربی کے بارے میں پوچھا تو انھوں نے فوراً جواب دیا کہ وہ کافر ہے۔

(لسان المیزان ج ۴ ص ۳۱۸، دوسرا نسخہ ج ۵ ص ۲۱۳)

القول البدیع والے سخاوی صوفی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۴۷۔۱۰۴۸)

اس مباہلے کی تفصیل اور ذکر کے لئے دیکھئے الجواہر والدرر (ج ۳ ص ۱۰۰۱۔۱۰۰۲) اور فتح الباری (ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰۔۴۳۸۲ باب قصۃ اہل نجران، کتاب المغازی)

آنکھیں کھول کر دیکھیں، حافظ ابن حجر تو رد فرماتے تھے اور مباہلہ کرتے تھے اور حنیف قریشی صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ''خراج تحسین پیش کیا۔ اور آپ کو کبار مشائخ اور عارف قرار دیا ہے۔''!

یاد رہے کہ مذکورہ مباہلہ ۷۹۷ھ میں ہوا تھا۔

۳) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں لکھا ہے:

''علامہ ابن تیمیہ کے مختلف تفردات کا ذکر، دفع الشبہ لابن الجوزی...''

(روئیداد مناظرہ ص ۴۹۵)

عرض ہے کہ حافظ ابن الجوزی ۵۹۷ھ میں فوت ہوئے تھے اور حافظ ابن تیمیہ ۶۶۱ھ میں پیدا ہوئے تھے تو کیا ابن الجوزی نے اپنی وفات کے بعد پیدا ہونے والے ابن تیمیہ کے تفردات پہلے سے لکھ دیئے تھے یا کوثری جہمی کذاب و متروک کے حواشی کو ''دفع الشبہ لابن الجوزی'' بنا دیا گیا ہے؟ **جواب دیں۔ !**

٤) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''مشہور محدث ملا علی قاری حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے نظریہ ''روضہ رسول ﷺ کی زیارت کی نیت سے سفر معصیت و گناہ ہے'' کو قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ حافظ ابن حجر کے حوالے سے لکھا کہ ابن تیمیہ اور ابن قیم، اللہ عزوجل کے لئے جہت اور جسم ثابت کرنے والے ہیں۔ (مرقات جلد 13/87)'' (روئیداد مناظرہ ص ۵۰۵)

عرض ہے کہ ملا علی قاری حنفی کی مذکورہ عبارت میں ابن حجر سے مراد حافظ ابن حجر عسقلانی نہیں بلکہ احمد بن حجر الہیتمی المکی (ایک بدعتی گمراہ) ہے اور اس کی عبارت نقل کرنے کے بعد ملا علی قاری نے فرمایا: ''**أقول : صانهما اللّٰه عن هذه السمة الشنيعة والنسبة الفظيعة**'' میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں (ابن تیمیہ اور ابن القیم) کو اس بُرے داغ اور انتہائی مکروہ بُری نسبت سے بچایا ہے، محفوظ رکھا ہے۔

ملا علی قاری نے مزید فرمایا: ''**بل و من أولياء هذه الأمة**'' بلکہ وہ دونوں اس اُمت کے اولیاء میں سے ہیں۔ (مرقات المفاتیح ج ۸ ص ۱۴۸ ح ۴۳۴۰ طبع مکتبہ حقانیہ پشاور، پاکستان)

نیز دیکھئے جمع الوسائل فی شرح الشمائل للقاری (ج ۱ ص ۲۰۷)

ملا علی قاری نے تو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ کا زبردست دفاع کیا ہے اور حنیف قریشی نے یہ راگ الاپا ہے کہ ''قریب بہ کفر قرار دیا ہے۔''

چہ دلاوراست وزدے کہ بہ کف چراغ دارد

۵) حنیف قریشی نے حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے ایک غالی دشمن تقی الدین الحصنی کی مردود کتاب: دفع الشبہ (ص۱۲۳) کے حوالے سے لکھا ہے:

''حضرت شیخ زین الدین بن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ (795ھ) آپ کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث تھے اور آپ ابن تیمیہ کو اس کے غلط نظریات کے باعث کافر سمجھتے تھے۔''

(روئیداد مناظرہ ص۵۰۴)

یہ حوالہ تین وجہ سے جھوٹا اور مردود ہے:

۱: تقی الدین الحصنی ایک بدعتی شخص تھا جو شیخ الاسلام کا سخت مخالف تھا اور مخالف کی بے حوالہ وسنی سنائی جرح مردود ہوتی ہے۔

۲: تقی الدین نے کوئی حوالہ پیش نہیں کیا کہ اسے کہاں سے یہ بات معلوم ہو گئی تھی یا اضغاث احلام والا خواب دیکھا تھا؟

۳: اس دروغ بے فروغ کے سراسر خلاف ''کبار حنابلہ میں سے اور مشہور محدث'' ابن رجب حنبلی نے اپنی مشہور ومتواتر کتاب میں حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے بارے میں اُن کی وفات کے بعد صاف طور پر لکھا ہے:

" الإمام الفقیه ، المجتهد المحدّث ، الحافظ المفسر ، الأصولی الزاهد ، تقی الدین أبو العباس ، شیخ الإسلام و علم الأعلام ، و شهرته تغني عن الاطناب في ذکره ، و الاسهاب في أمره " امام فقیہ، مجتہد محدث، حافظ مفسر، اصول کے ماہر، زاہد، تقی الدین ابو العباس، شیخ الاسلام، نمایاں اشخاص کے نمایاں، آپ کی شہرت اس سے بے نیاز کرتی ہے کہ آپ کے ذکر میں مبالغہ وطوالت سے کام لیا جائے اور آپ کے بارے میں تفصیل لکھی جائے۔ (کتاب الذیل علی طبقات الحنابلہ ج۲ ص۳۸۷)

٦) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کی تضلیل کی حکایت اور ان کے عقائد و

نظریات کے حق وناحق ہونے کا قول کیا۔ (ابن تیمیہ لابی زہرہ مصری)''

(روئیداد مناظرہ ص ۵۰۹)

عرض ہے کہ جھوٹ نہ بولیں ، ابو زہرہ تو چودھویں صدی کا ایک بدعتی اور کوثری المذہب گمراہ ہے، جبکہ سیوطی صاحب (غیر مقلد) اس کی پیدائش سے صدیوں پہلے ۹۱۱ھ میں فوت ہو گئے تھے۔

سیوطی نے اپنی صوفیت کے باوجود صاف لکھا ہے:

" ابن تيمية الشيخ الإمام العلامة الحافظ الناقد الفقيه المجتهد البارع، شيخ الاسلام ، علم الزهاد ، نادرة العصر ... "

ابن تیمیہ شیخ امام علامہ حافظ ناقد فقیہ، مجتہد ماہر باکمال، شیخ الاسلام، زاہدوں کے نمایاں نشان، اپنے زمانے کی منفرد شخصیت...'' (طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۵۲۰ ت ۱۱۴۴)

۷) حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ نے ابن تیمیہ کے عقیدہ کہ ''زیارت رسول کے لئے سفر کرنا حرام اور ممنوع ہے'' کے بارے میں لکھا کہ جو شخص یہ عقیدہ رکھے وہ نبی پاک ﷺ کی بے ادبی اور توہین کا مرتکب ٹھہرے گا۔ اور لکھا کہ ابن تیمیہ نے یہ ایسی گندی بات لکھی ہے کہ جس کی گندگی سات سمندروں کے پانی سے بھی نہیں دھوئی جا سکتی۔''

(روئیداد مناظرہ ص ۵۱۰ بحوالہ منتہی المقال ص ۵۲)

یہ تھا حنیف قریشی کا بیان اور اب ابن عابدین شامی (بدعتی فقیہ) کا اپنا بیان پیشِ خدمت ہے۔ ابن عابدین نے لکھا ہے:

" و رأيت في كتاب الصارم المسلول لشيخ الإسلام ابن تيمية الحنبلي ما نصه ... " اور میں نے شیخ الاسلام ابن تیمیہ حنبلی کی کتاب الصارم المسلول میں دیکھا، اس کے الفاظ یہ ہیں... (رد المحتار علی الدر المختار ج ۳ ص ۳۰۵ طبع مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ)

ابن عابدین شامی نے تو ''شیخ الاسلام'' کا لقب لکھا ہے اور حنیف قریشی صاحب کفر

کفر کی رٹ لگا رہے ہیں۔!

حنیف قریشی نے ابن عابدین مذکور کے بارے میں تعریف کے ڈونگرے برساتے ہوئے لکھا ہے: ''خاتمۃ المحققین السید ابن عابدین الشامی رحمۃ اللہ علیہ، صاحب رد المحتار آپ بہت بڑے فقیہ ہیں...'' (روئیداد مناظرہ ص ۴۷۱)

اس ''خاتمۃ المحققین '' اور '' بہت بڑے فقیہ'' کے ''شیخ الاسلام'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟!

فائدہ: حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے خود فرمایا: ''**إنما أتناول ما أتناوله منها علی معرفتي بمذهب أحمد ، لا علی تقلیدي له**'' میں تو اسے اس لئے استعمال کرتا ہوں کہ مجھے احمد (بن حنبل) کے مذہب کی پہچان ہے، میں ان (احمد بن حنبل) کی تقلید نہیں کرتا۔ (اعلام الموقعین لابن القیم ج ۲ ص ۲۴۱۔۲۴۲)

لہٰذا حافظ ابن تیمیہ کو حنبلی مقلد قرار دینا غلط ہے، بلکہ وہ مجتہد تھے۔

۸) حنیف قریشی نے ۹۵۳ھ میں مرنے والے کسی محمد بن علی بن احمد بن طولون کی طرف سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر بعض سنگین الزامات لکھے ہیں۔ مثلاً:

''اللہ تعالیٰ محل حوادث ہے۔

قرآن محدث ہے۔

اہل النار کا عذاب منقطع ہو جائے گا ہمیشہ نہ رہے گا۔'' وغیر ذلک (دیکھئے روئیداد مناظرہ ص ۴۹۳)

عرض ہے کہ لوگوں کو دھوکا نہ دیں اور صاف بتا دیں کہ ابن طولون ۸۸۰ ہجری میں پیدا ہوا تھا۔ (دیکھئے معجم المولفین ج ۳ ص ۵۴۰)

اور حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ ۷۲۸ھ میں فرقہ جہمیہ معطلہ کی سازشوں کی وجہ سے جیل میں فوت ہو گئے تھے۔

۱۵۲ سال بعد میں پیدا ہو جانے والے ابن طولون کو ان الزامات کے بارے میں کیا خواب آ گیا تھا یا وحی شیطانی سے فائدہ اٹھایا تھا؟ ایسی منقطع و بے سند نقل کے بل بوتے پر شیخ

الاسلام پر حملہ کر رہے ہیں جو کہ بقولِ ملا علی قاری: اس امت کے ولی تھے۔ سبحان اللہ!

۹) حنیف قریشی نے ۹۰۹ھ میں پیدا ہونے اور ۹۷۳ھ میں مرنے والے بدعتی ابن حجر مکی کے ذریعے سے بھی حافظ ابن تیمیہ پر حملہ کیا ہے۔ (دیکھئے رودادِ مناظرہ ص ۴۹۴)

ابن حجر ہیثمی مکی کے خواب و خیال اور بے سند سنی سنائی باتوں کی علمی میدان میں حیثیت ہی کیا ہے؟!

۱۰) حنیف قریشی نے مشہور اہلِ حدیث عالم اور محدث کبیر حافظ ابن حجر العسقلانی رحمہ اللہ کی کتاب الدرر الکامنہ سے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ پر تنقید نقل کر کے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہ حافظ ابن حجر کا کلام ہے۔ حنیف قریشی نے لکھا ہے:

''علامہ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

و ذکروا انه ذکر حدیث النزول فنزل عن المنبر درجتین فقال کنزولی هذا فنسب إلی التجسیم و ردوه علی من توسل بالنبی ﷺ او استغاث فاشخص من دمشق '' (الدرر الکامنہ 1/154)

اور یہ بیان کیا گیا ہے کہ ابن تیمیہ نے حدیث نزول کا ذکر کیا اور وہ منبر سے دو سیڑھیاں اترے اور کہا کہ (اللہ تعالیٰ کا نزول) میرے اس اترنے کی طرح ہے اس بناء پر انہیں مجسمہ قرار دیا گیا۔ پھر حضور ﷺ کے توسل اور استغاثت کا بھی رد ابن تیمیہ نے کیا ان عقائد کی بناء پر انہیں دمشق سے نکال دیا گیا۔'' (رودادِ مناظرہ ص ۵۰۱)

عرض ہے کہ حافظ ابن حجر ۷۷۳ھ میں یعنی ابن تیمیہ کی وفات کے ۴۵ سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ انھوں نے یہ حوالہ (سلیمان بن عبدالقوی) الطوفی سے نقل کیا ہے۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۱ ص ۱۵۴)

سلیمان الطوفی شیعہ (رافضی) تھا۔

(دیکھئے الدرر الکامنہ ج ۲ ص ۱۵۶، ذیل طبقات الحنابلہ لابن رجب ج ۲ ص ۳۶۸)

طوفی نے امیر المومنین عمر رضی اللہ عنہ کے بارے میں کہا کہ اس نے جان بوجھ کر اُمت کو گمراہ

کیا ہے۔اس پر تبصرہ کرتے ہوئے ابن رجب حنبلی نے کہا: ”و لقد كذب في ذلك و فجر “ اس نے اس بارے میں جھوٹ بولا ہے اور گناہ کیا ہے۔(ذیل طبقات الحنابلہ ۲/ ۳۶۸)

حافظ ابن حجر نے الدرر الکامنہ کے آخر میں اپنے استاذ حافظ صلاح الدین العلائی سے نقل کیا کہ حافظ بہاؤالدین عبداللہ بن محمد بن خلیل نے ابن تیمیہ کے بارے میں فرمایا:

” وهو الشيخ الامام العالم الرباني والحبر البحر النوراني امام الأئمة بركة الامة علامة العلماء وارث الانبياء آخر المجتهدين اوحد علماء الدين شيخ الإسلام حجة الاعلام قدوة الانام برهان المتعلمين قامع المبتدعين سيف المناظرين بحر العلوم كنز المستفيدين ترجمان القرآن اعجوبة الزمان فريد العصر والاوان تقي الدين امام المسلمين حجة الله العالمين اللاحق بالصالحين والمشبه بالماضين مفتي الفرق ناصر الحق علامة الهدى عمدة الحفاظ فارس المعاني والالفاظ ركن الشريعة ذوالفنون البديعة ابو العباس ابن تيمية .“ (الدرر الکامنہ ج ا ص ۱۵۹۔۱۶۰)

کس قدر مبالغہ اور کتنی بڑی تعریف ہی تعریف ہے! اور اس کے بعد حافظ ابن حجر نے ابن تیمیہ پر کوئی جرح نقل نہیں کی بلکہ شیخ شہاب الدین الاذرعی سے حافظ ابن تیمیہ کی تعریف نقل کی اور آخر میں ” و ذلك من بركة الشيخ رحمه الله “ لکھ کر ان کے حالات کا اختتام کر دیا، لہٰذا حافظ ابن حجر کو حافظ ابن تیمیہ کے جارحین میں ذکر کرنا غلط ہے۔

حنیف قریشی نے اپنے نمبر بڑھانے کے لئے چودھویں صدی کے ایک گمراہ محمد عبدہ (مصری) کو بھی حافظ ابن تیمیہ کے جارحین میں ذکر کیا ہے۔سبحان اللہ! (دیکھئے روئیداد مناظرہ ص ۵۱۰)

حافظ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے عظیم الشان مقام کے لئے دیکھئے توضیح الاحکام (۱/ ۶۳۱۔۶۳۷)

حنیف قریشی اور امتیاز حسین کاظمی کے دیگر اکاذیب بھی موجود ہیں۔

نیز دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو (عدد ۸۹ ص ۲۔۳، ۴۶۔۴۹) وما علينا إلا البلاغ

(۳۱/ اگست ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

رب نواز دیوبندی کا تعاقب

راقم الحروف نے ماسٹر امین اوکاڑوی کی زندگی میں ''امین اوکاڑوی کا تعاقب'' لکھا تھا، جس کے مکمل جواب سے عاجز ہو کر ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب آنجہانی ہوئے اور اب تک تمام آلِ دیوبند اس کے مکمل کے جواب سے عاجز ہیں۔

راقم الحروف نے ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' نامی کتاب میں لکھا تھا:

''۳: کسی مستند عالم سے یہ قول ثابت نہیں ہے کہ '' أنا مقلّد ''میں مقلد ہوں۔!!

تنبیہ (۴): بعض علماء کو طبقات الشافعیہ وطبقات الحنفیہ وطبقات المالکیہ وطبقات الحنابلہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ یہ اس کی دلیل نہیں ہے کہ یہ علماء: مقلدین تھے۔'' (ص ۴۶)

اس کے جواب میں رب نواز دیوبندی نے میاں نذیر حسین دہلوی، محمد حسین بٹالوی، نواب صدیق حسن خان، میر ابراہیم سیالکوٹی، ولایت علی صادقپوری، حیدر علی ٹونکی، مرزا مظہر جان جاناں، عبدالحئ لکھنوی، احمد علی لاہوری دیوبندی، محمود حسن دیوبندی اور احمد سرہندی تقلیدی وغیرہم کے اقوال پیش کر دیئے ہیں۔ (دیکھئے مجلہ صفدر گجرات عدد ۶ ص ۱۱۔۱۰)

سبحان اللہ! رب نواز دیوبندی صاحب کو چاہئے تھا کہ میرے خلاف قاری چمن دیوبندی، الیاس گھمن دیوبندی، مونگ پھلی استاد، پیالی ملا اور اپنے دوسرے آلِ تقلید کے حوالے بھی پیش کرتے تا کہ حوالوں کی تعداد زیادہ ہو جاتی۔ !

اصل میں ان بے چاروں کے پاس عقل ہی نہیں ہے، مت ماری گئی ہے ورنہ انھیں چاہئے تو یہ تھا کہ خیر القرون (تیسری صدی ہجری) تک کے ثقہ وصدوق سُنی علماء کے صریح و ثابت شدہ حوالے پیش کرتے یا چھٹی صدی ہجری (زمانۂ تدوین حدیث) تک کے کسی ثقہ وصدوق سُنی عالم کا صحیح وصریح حوالہ پیش کرتے، مگر یہ کیا کریں؟ ان کے پاس کچھ ہے ہی نہیں اور اُوپر والی منزل بھی سراسر خالی ہی ہے، ورنہ وہ میرے خلاف غالی مقلد اور فرقہ

پرست محمود حسن دیوبندی (مجروح ومتروک) وغیرہ کے اقوال کبھی پیش نہ کرتے۔

اگر رب نواز صاحب کہیں کہ میں نے برکۃ الواسطی، امام شافعی اور محمد بن عبدالوهاب کے حوالے بھی پیش کئے ہیں، تو عرض ہے کہ ان حوالوں کا جواب درج ذیل ہے:

۱: برکۃ الواسطی کا شافعی المذہب ہونا اُن کے مقلد ہونے کی دلیل نہیں۔ دیکھئے دین میں تقلید کا مسئلہ (ص ۴۶)

۲: امام شافعی رحمہ اللہ کا حوالہ بذریعہ نواب صدیق حسن خان صاحب۔

عرض ہے کہ یہ حوالہ کئی وجہ سے مردود ہے:

اول: نواب صدیق حسن کی پیدائش سے صدیوں پہلے امام شافعی رحمہ اللہ فوت ہو گئے تھے، لہٰذا یہ سند منقطع ہے اور اہلِ حدیث کے نزدیک منقطع روایت ضعیف و مردود ہوتی ہے۔

دوم: امام شافعی نے خود اپنی اور دوسروں کی تقلید سے منع فرما دیا تھا۔ (دیکھئے مختصر المزنی ص۱)

سوم: بطورِ الزامی دلیل عرض ہے کہ امام شافعی کا مجتہد ہونا آلِ دیوبند کو بھی تسلیم ہے اور ماسٹر امین اوکاڑوی نے کہا: ''ہاں ان ائمہ نے یہ فرمایا: جو شخص خود اجتہاد کی اہلیت رکھتا ہے اس پر اجتہاد واجب، تقلید حرام ہے۔'' (تجلیاتِ صفدر ج ۳ ص ۴۰۷)

امام شافعی کے مجتہد ہونے پر اجماع ہے، جبکہ امام ابوحنیفہ کے بارے میں آلِ بریلی و آلِ دیوبند کے ''حجۃ الاسلام'' ابو حامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی (م ۵۰۵ھ) نے لکھا ہے:

'' و أما أبو حنیفة فلم یکن مجتهدًا لأنه کان لا یعرف اللغة .... و کان لا یعرف الأحادیث '' إلخ اور ابوحنیفہ تو مجتہد نہیں تھے کیونکہ وہ لغت نہیں جانتے تھے.... اور وہ احادیث نہیں جانتے تھے۔ الخ (المنخول من تعلیقات الاصول ص ۵۸۱ طبع بیروت وشام)

غزالی سے صدیوں پہلے امام سفیان بن سعید الثوری، شریک بن عبداللہ القاضی اور حسن بن صالح نے فرمایا: ''**أدرکنا أبا حنیفة و ما یعرف بشيء من الفقه ....**''

ہم نے ابوحنیفہ کو پایا ہے (یعنی دیکھا ہے) اور وہ فقہ میں سے کسی چیز کے ساتھ بھی مشہور نہیں تھے۔ الخ (کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد: ۳۲۸، تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۳۱ وسندہ صحیح)

اس کے بنیادی راوی یحییٰ بن آدم ثقہ حافظ فاضل ہیں۔ (تقریب التہذیب: ۷۴۹۶)

یحییٰ بن آدم کے شاگرد احمد بن محمد بن یحییٰ بن سعید القطان صدوق ثقہ تھے۔

(دیکھئے کتاب الجرح والتعدیل ۲/۴۷، الثقات لابن حبان ۸/ ۳۸۔۳۹)

احمد بن محمد سے اس روایت کو عبداللہ بن احمد بن حنبل اور قاضی حسین بن اسماعیل المحاملی (دو ثقہ راویوں) نے بیان کر رکھا ہے۔

میں تو ایک ناقل ہوں، لہٰذا میرے ان حوالوں پر غصہ نہ فرمائیں بلکہ اپنی اداؤں پر غور کریں اور امام شافعی کو علماء و مجتہدین کی صف سے نکال کر جہلاء و مقلدین میں شمار نہ کریں۔

۳: میر ابراہیم سیالکوٹی صاحب کا حوالہ منقطع (یعنی ضعیف و مردود) ہے اور خود محمد بن عبدالوہاب رحمہ اللہ سے مروّجہ مقلدین کا '' أنا مقلد '' والا نعرہ ثابت نہیں بلکہ انھوں نے عبداللہ بن محمد بن عبداللطیف الاحسائی کی طرف خط میں لکھا تھا:

'' و لست۔ ولله الحمد۔ أدعو إلى مذهب صوفي أو فقيه أو متكلم أو إمام من الأئمة الذين أعظمهم مثل ابن القيم و الذهبي و ابن كثير أو غيرهم ، بل أدعو إلى الله وحده لا شريك له و أدعو إلى سنة رسول الله ﷺ التي أوصى بها أوّل أمته و آخرهم . '' اور بحمدللہ۔ میں کسی، صوفی، فقیہ، متکلم یا اماموں میں سے کسی امام جن کی میں تعظیم کرتا ہوں مثلاً ابن القیم، ذہبی اور ابن کثیر یا ان کے علاوہ کسی دوسرے کے مذہب کی طرف دعوت نہیں دیتا بلکہ میں اللہ وحدہ لاشریک لہ کی طرف دعوت دیتا ہوں اور رسول اللہ ﷺ کی سنت کی طرف دعوت دیتا ہوں جس کا آپ نے اُمت کے پہلے اور آخری حصے کو حکم دیا تھا۔ (الدرر السنیہ ۱/ ۳۱، الاقناع بما جاء عن ائمۃ الدعوۃ من الاقوال فی الاتباع ص ۶۱ تصنیف: محمد بن ہادی بن علی المدخلی المدنی)

عبارتِ مذکورہ میں '' أو غيرهم '' سے مراد احمد بن حنبل وغیرہ ہیں، جیسا کہ ظاہر ہے۔

تنبیہ: محمد بن عبدالوہاب التمیمی رحمہ اللہ بارہوں تیرہویں صدی ہجری کے ایک موحّد عالم تھے۔ (۱۶/ اگست ۲۰۱۱ء)

رب نواز تقلیدی نے ماہنامہ صفدر گجرات (شمارہ نمبر ۷) میں حافظ ابن عبدالبر اور حافظ خطیب بغدادی رحمہما اللہ سے عوام کے لئے تقلید کا لفظ بحوالہ ''دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۴۴'' نقل کیا ہے۔ (ص ۴۵)

حالانکہ اس کا جواب ''دین میں تقلید کا مسئلہ'' میں اگلے صفحے (۴۵) پر وضاحت سے موجود ہے اور اسی کو مدِ نظر رکھتے ہوئے چند اہم باتیں پیشِ خدمت ہیں:

۱: عامی (عوام میں سے ایک فرد) کا (مسئلہ پیش آنے پر) زندہ عالم کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں بلکہ اتباع واقتداء ہے، لہٰذا اسے تقلید کہنا غلط ہے۔

۲: عامی سے مراد عالم نہیں بلکہ ''جاہل محض، جو نصوص واحادیث کا معنی اور تاویل نہیں جانتا'' ہے، جیسا کہ ''خزانۃ الروایات'' سے ثابت کر دیا گیا ہے۔

۳: حنفیہ کی کتبِ اصول الفقہ (مثلاً مسلم الثبوت، فواتح الرحموت، التحریر اور التقریر والتحبیر وغیرہما) اور سرفراز خان صفدر دیوبندی گکھڑوی کڑمنگی کی ''الکلام المفید فی اثبات التقلید'' میں لکھا ہوا ہے کہ ''آنحضرت ﷺ کے فرمان کی طرف رجوع کرنا تقلید نہیں ہے.....اور اسی طرح عام آدمی کا مفتی کی طرف رجوع کرنا.....بھی تقلید نہیں ہے۔''

(ص ۱۳، واللفظ لہ، دین میں تقلید کا مسئلہ ص ۱۳)

۴: رب نواز تقلیدی صاحب اپنے بارے میں بتائیں کہ کیا وہ ''جاہل محض'' ہیں یا عالم؟ اگر ''جاہل محض'' ہیں تو مضامین لکھنے کے بجائے کسی درسگاہ میں پڑھنے کے لئے بیٹھ جائیں اور اگر ''عالم'' ہیں تو حافظ ابن عبدالبر اور حافظ خطیب بغدادی وغیرہما کے نزدیک تقلید صرف جاہل محض کے لئے ہے، عالم کے لئے نہیں۔

۵: جو دیوبندی عوام رب نواز سے مسئلے پوچھ کر اُن پر عمل کرتے ہیں، کیا وہ رب نواز کے مقلد ہیں اور ''دیوبندی'' کے بجائے ''رب نوازی'' ہیں؟ جواب دیں!

رب نواز صاحب نے حافظین مذکورین کے کلام پر راقم الحروف کے تبصرے کو چُھپا کر لکھا ہے: ''زبیر علی زئی صاحب کا حافظ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی جیسی علمی شخصیت سے

اختلاف کرنا حقیقت کو مسخ نہیں کر سکتا۔" (ص۴۶)

عرض ہے کہ ابن عبدالبر اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ کی مذکورہ عبارات کیا قرآن، حدیث اور اجماع ہیں کہ ان سے اختلاف جائز نہیں یا اُن کے اپنے اجتہادات ہیں؟

اگر دلیل کے ساتھ مختلف فیہا اجتہاداتِ علماء سے اختلاف کیا جائے تو کیوں ناجائز ہے اور اس سے حقیقت کیوں کر مسخ ہو سکتی ہے؟!

کیا آلِ دیوبند کے نزدیک خطیب وابن عبدالبر رحمہما اللہ کے تمام اجتہادات صحیح ہیں؟

قارئینِ کرام! مسئلہ تقلید میں رب نواز دیوبندی کے اعتراضات و بیت العنکبوت کا مسکت و مدلل جواب "دین میں تقلید کا مسئلہ" میں موجود ہے، لہٰذا اصل کتاب کا مکمل مطالعہ کریں۔ آپ پر آلِ دیوبند کے اکاذیب، افتراءات اور مغالطات کا باطل ہونا خود بخود واضح ہو جائے گا۔ ان شاء اللہ

رب نواز صاحب نے وحید الزمان کے بارے میں "نور بصیرت بہاولپور" کا حوالہ دے کر لکھا ہے: "میری معلومات کے مطابق زبیر صاحب آج تک اس کا جواب شائع نہیں کرا سکے، اُمید ہے کہ آئندہ بھی ہمت نہ کر سکیں گے۔ ان شاء اللہ" (ص۴۹)

عرض ہے کہ تم لوگوں نے مذکورہ رسالے میں کیا تیر مار لیا ہے؟

(دومره تکبر مه کوه، ستا ڈزے ما اورید لی دی)

آپ لوگوں نے قرآن، حدیث اور اجماع سے تو وحید الزمان حیدر آبادی (جو کہ عامی پر تقلید کو ضروری سمجھتا تھا) کے اہلِ حدیث ہونے کی کوئی دلیل پیش نہیں کی اور صرف بعض اہلِ حدیث علماء کے مختلف فیہ اجتہادات لکھے ہیں، جن کے جواب کی کیا ضرورت ہے؟

استاذ محترم شیخ بدیع الدین الراشدی السندھی رحمہ اللہ نے اپنی مادری زبان میں لکھا ہے: "نواب وحید الزمان اهل حديث نه هو۔" (مروجہ فقہ جی حقیقت ص۹۲)

یعنی (شیخ بدیع الدین الراشدی رحمہ اللہ کے نزدیک بھی) نواب وحید الزمان اہلِ حدیث نہیں تھا۔ و ما علینا إلا البلاغ (۹/ستمبر ۲۰۱۱ء)

حافظ زبیر علی زئی

عقیدۂ وحدت الوجود اور آلِ دیوبند

رب نواز دیوبندی نے سرفراز حسن خان حمزہ دیوبندی کے نام لکھا ہے:

''آج کل غیر مقلدین نے دیوبندیوں کے عقائد کو کفریہ وشرکیہ قرار دینے کی مہم چلا رکھی ہے، وہ لوگ فروعی مسائل میں پے در پے شکستوں سے دوچار ہوئے، تو اب فروع کے بجائے عقائد کو تختۂ مشق بنا رہے ہیں۔ جن عقائد کو انہوں نے کفریہ قرار دیا ہے ان میں ''وحدۃ الوجوذ'' بھی ہے۔

بندہ کے پاس کئی مضامین لکھے ہوئے غیر مطبوعہ موجود ہیں، مگر چونکہ دورِ حاضر میں اس کی شدید ضرورت ہے کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے، اس لیے بندہ نے آپ کے مجلّہ کے لیے یہی مضمون ''وحدۃ الوجود..... اور..... آلِ غیر مقلدیت'' ارسال کرنا پسند کیا ہے۔'' (مجلہ صفدر گجرات، شمارہ نمبر ۵ ص ۴۶)

درج بالا عبارت میں پانچ باتیں قابلِ بحث وتحقیق ہیں:

ا: ''غیر مقلدین'' کا تنابز بالالقاب والالقب۔

عرض ہے کہ ہم مسلمان (مسلمین) ہیں اور اہلِ حدیث واہلِ سنت ہمارا پسندیدہ لقب وصفاتی نام ہے، لہٰذا ہمیں ''غیر مقلدین'' کے ناپسندیدہ تنابز بالالقاب سے موسوم کرنا باطل ہے۔

اگر کوئی دیوبندی یہ کہے کہ آپ بھی تو ہمیں ''آلِ دیوبند'' کے لقب سے موسوم کرتے ہیں؟ تو عرض ہے کہ دیوبندی ''حضرات'' اپنے آپ کو علانیہ دیوبندی کہتے ہیں مثلاً امین اوکاڑوی نے کہا: ''اور ہمارا دیوبندی مسلک کا ایک ہی گھر تھا'' (تجلیاتِ صفدر ج ا ص ۷۹)

دیوبندی مسلک اور آلِ دیوبند میں دیوبند کا لفظ مشترک ہے۔

۲: ''دیوبندیوں کے عقائد''

عرب علماء کو بھی دیوبندیوں کے عقائد سے سخت اختلاف ہے۔ مثلاً شیخ حمود بن عبداللہ التویجری (سعودی، حنبلی) کی کتاب ''**القول البلیغ فی التحذیر عن جماعة التبلیغ**'' کا مطالعہ کریں، لہٰذا اس سلسلے میں صرف اہلِ حدیث اہلِ سنت کو موردِ الزام قرار دینا غلط ہے۔

تفصیل کے لئے دیکھئے ''**کشف الستار عما تحمله بعض الدعوات من أخطار**'' یعنی ''تبلیغی جماعت علمائے عرب کی نظر میں'' تالیف: محمد بن ناصر العرینی

۳: ''پے در پے شکستوں سے دوچار'' !!!

یہ دعویٰ حقیقت کے سراسر خلاف ہے، مثلاً کوہاٹ والے مناظرے میں راقم الحروف نے **وتعاونوا علی البر والتقویٰ** کے اصول پر طالب الرحمٰن صاحب کی معاونت کی تھی، جبکہ مدِمقابل ماسٹر امین اوکاڑوی صاحب تھے اور مناظرے کے اختتام پر سلطان نامی دیوبندی نے اہلِ حدیث ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔

۴: اہلِ حدیث نے وحدت الوجود کو کفریہ عقیدہ قرار دیا ہے۔ (مفہوم)

عرض ہے کہ ملا علی قاری (حنفی) نے بھی ''**الرد علی القائلین بوحدة الوجود**'' کے نام سے اس باطل عقیدے کے رد میں ایک کتاب لکھی ہے، جو دار المامون للتراث دمشق (شام) سے شائع شدہ ہے۔

تنبیہ: مروّجہ وحدت الوجود کا عقیدہ قرآن وحدیث کے سراسر خلاف بلکہ کفر و باطل ہے۔
تفصیل کے لئے دیکھئے میری کتاب: ''بدعتی کے پیچھے نماز کا حکم'' اور ماہنامہ الحدیث حضرو: ۵۴

۵: ''کہ خود غیر مقلدین کا وحدۃ الوجودی ہونا ثابت کیا جائے۔''

عرض ہے کہ اگر ''غیر مقلدین'' سے آپ لوگوں کی مراد اہلِ حدیث اہلِ سنت ہیں تو آپ اپنی کوششوں میں کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ ان شاء اللہ

رب نواز دیوبندی نے اپنی سعی نامسعود میں جو پانچ حوالے پیش کئے ہیں، اُن کی تحقیق اور مدلل رددرج ذیل ہے:

۱: پروفیسر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ (اہلِ حدیث) کا حوالہ۔

خطباتِ بہاولپوری کے ہمارے نسخے میں یہ حوالہ جلد نمبر ۱ص ۳۲۶ (خطبہ نمبر ۱۳) میں ہے اور اگلے صفحے پر حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ کا درج ذیل فرمان لکھا ہوا ہے:

''اب وحدت الوجود کا عقیدہ صوفیوں کا بنیادی عقیدہ ہے آپ سب کچھ نہ کچھ سکول کی تعلیم رکھتے ہیں۔ یہ جدھر دیکھتا ہوں تو ہی تو ہے اور ہمہ اوست کا عقیدہ یہ وحدت الوجود کا عقیدہ ...... اور یہ خالصتاً کفر ہے۔ ایسا گندہ عقیدہ ہے جس کی کوئی انتہا نہیں۔''

(خطبات بہاولپوری ج ۱ص ۳۲۷)

ثابت ہوا کہ حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کے عقیدے کو خالصتاً کفر اور گندا عقیدہ قرار دیا ہے، لہٰذا اہلِ حدیث اس عقیدے سے بری ہیں۔

آلِ دیوبند جس باطل اور گندے عقیدے کو اہلِ حدیث کے ذمہ ''مڑھنا'' چاہتے ہیں، اس عقیدے کا کفریہ ہونا خود رب نواز کی مذکورہ کتاب سے ثابت ہو گیا۔

اگر کوئی کہے کہ بہاولپوری صاحب رحمہ اللہ نے میاں نذیر حسین دہلوی رحمہ اللہ کی طرف اس عقیدے کا انتساب کر رکھا ہے؟ تو عرض ہے کہ میاں صاحب رحمہ اللہ ۱۹۰۲ء میں فوت ہوئے اور حافظ عبداللہ بہاپوری رحمہ اللہ (اپنے پاسپورٹ کے مطابق) ۱۹۲۴ء میں پیدا ہوئے تھے، لہٰذا یہ سند مرسل و منقطع ہے اور اہلِ حدیث کے نزدیک مرسل و منقطع روایت ضعیف ہوتی ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے فرمایا:

'' والمرسل من الروایات في أصل قولنا و قول أھل العلم بالأخبار لیس بحجة'' ہمارے اور علمائے حدیث کے اصل قول میں مرسل روایات حجت نہیں ہیں۔

(مقدمہ صحیح مسلم ص ۲۰ ب، طبع دارالسلام)

سید نذیر حسین رحمہ اللہ تو مذکورہ الزام سے بری الذمہ ہوئے اور وحدت الوجود کے خلاف

حافظ بہاولپوری رحمہ اللہ کا اپنا فتویٰ ثابت ہے۔

۲: رب نواز دیوبندی نے نواب صدیق حسن خان بھوپالی کا گول مول حوالہ اُن کے بیٹے کی کتاب ''مآثر صدیقی'' (حصہ چہارم ص ۳۹) سے پیش کیا ہے۔ حالانکہ نواب صاحب نے خود اپنے قلم سے اپنی خودنوشت کتاب میں لکھا ہے:

''اس کی مثال ایسے ہی ہے کہ وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے۔ لیکن ہم متعین طور پر اس کے قائل اولیائے کرام کو خواہ وہ مغلوب تھے یا ماً وّل، کافر نہیں کہہ سکتے وقس علی ھذا۔''

(ابقاء المنن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

اس صریح حوالے کے مقابلے میں سید محمد علی حسن خان کا حوالہ شاذ یا منسوخ ہے، لہٰذا اصولِ حدیث کی رُو سے اس سے استدلال غلط ہے۔

۳: وحید الزمان حیدرآبادی متنازعہ شخصیت ہیں اور جمہور اہلِ حدیث علماء مثلاً مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولانا محمد حسین لاہوری، مولانا عبداللہ غازیپوری اور مولانا فقیر اللہ پنجابی وغیرہم نے اُن پر جرح کی ہے۔ (دیکھئے لغات الحدیث کتاب ش ص ۵۰، حیات وحید الزمان ص ۱۰۱)

جب اہلِ حدیث کے نزدیک عند الجمہور مجروح راوی کی روایت ضعیف ومردود ہوتی ہے تو ہمارے خلاف ایسے مجروح راوی کا قول کیوں کر پیش کیا جاسکتا ہے؟!

نیز دیکھئے امین اوکاڑوی دیوبندی کی تجلیاتِ صفدر (ج ۱ ص ۴۶۷، ج ۳ ص ۳۷۸)

دوسرے یہ کہ وحید الزمان نے اپنی رسوائے زمانہ کتاب ہدیۃ المہدی میں صاف لکھا ہے: ''ولا یحل فی غیرہ'' اور اللہ اپنے غیر میں حلول نہیں کرتا۔ (ص ۴)

معلوم ہوا کہ وحید الزمان حلول کے قائل نہیں تھے، جب کہ وحدت الوجود کا مطلب درج ذیل ہے:

''تمام موجودات کو اللہ تعالیٰ کا وجود خیال کرنا'' الخ (حسن اللغات فارسی اردو ص ۹۴۱)

''صوفیوں کی اصطلاح میں تمام موجودات کو خدا تعالیٰ کا وجود ماننا اور ماسوا کے وجود کو محض

اعتباری سمجھنا۔" (علمی اردو لغت ص۱۵۵۱)

اس تعریف کی رُو سے وحدت الوجود کا عقیدہ صریحاً حلول کا عقیدہ ہے۔

۴: حافظ عبداللہ روپڑی رحمہ اللہ نے وحدت الوجود کی تاویل میں جو گول مول باتیں لکھی ہیں، ان سے استدلال کئی وجہ سے غلط ہے۔ مثلاً:

اول: ان کا کلام جمہور اہلِ حدیث کے خلاف ہے۔

دوم: خود حافظ روپڑی رحمہ اللہ نے لکھا ہے:

"اب رہی "توحید الٰہی" سو اس کے متعلق بہت دنیا بہکی ہوئی ہے۔ بعض تو اس کا مطلب "ہمہ اوست" سمجھتے ہیں یعنی ہر شئے عین خدا ہے۔"

پھر اس کے بعد لکھا ہے:

"صحیح راستہ اس میں یہ ہے کہ اگر اس کا مطلب یہ سمجھا جائے کہ سوا خدا کے کوئی شئے حقیقۃً موجود نہیں اور یہ جو کچھ نظر آ رہا ہے یہ محض توہمات ہیں جیسے "سوفسطائیہ" فرقہ کہتا ہے کہ آگ کی گرمی اور پانی کی برودت وہمی اور خیالی چیز ہے تو یہ سراسر گمراہی ہے۔" الخ

(فتاویٰ اہلحدیث ج۱ص۱۵۴)

ثابت ہوا کہ خود حافظ صاحب مروّجہ وحدت الوجود کو گمراہی اور بہکنا سمجھتے تھے۔

سوم: جب حافظ روپڑی صاحب نے ابن عربی وغیرہ کے بارے میں غلط تاویل سے کام لیا تو مولانا ابو السلام محمد صدیق سرگودھوی رحمہ اللہ نے درج ذیل الفاظ میں اُن کا ردّ فرمایا:

"یہ محدث روپڑیؒ کی اپنی رائے ہے ورنہ بعض علماء نے اعتقاد کی بنا پر ابن عربی کو کافر کہا ہے۔ (م)" (فتاویٰ اہلحدیث حاشیہ ص۱۵۵ ج۱)

ذاتی رائے کو تمام اہلِ حدیث کے خلاف کیوں کر پیش کیا جا سکتا ہے؟!

۵: شیخ ثناء اللہ امرتسری نے "وحدۃ الوجود" کی دو قسمیں بیان کیں:

"مابه الموجوديه....... وحدة الموجودات"

پھر انھوں نے "وحدۃ الموجودات" کے تحت وحدت الوجود والے لوگوں کے "ہمہ اوست"

وغیرہ عقائد کا ذکر کیا اور فرمایا:

''یہ تشریح ایسی ہے کہ اس کو کوئی اہل شرع نہیں مان سکتا۔ بدقسمتی سے یہی تشریح زیادہ مشہور بھی ہوگئی ہے۔'' (فتاویٰ ثنائیہ ج۱ص ۱۴۹۔۱۵۰)

ثابت ہوا کہ امرتسری صاحب بھی مروّجہ وحدت الوجود کے سخت خلاف تھے اور اسے خلافِ شریعت سمجھتے تھے۔

بطورِ فائدہ عرض ہے کہ مولانا ابوسعید شرف الدین الدہلوی رحمہ اللہ نے فتاویٰ شرفیہ میں فرمایا: ''میں کہتا ہوں یہ (مروّجہ) تصوف جوگیوں اور سادھوؤں کا فلسفہ ہے۔ ہمہ اوست کا عقیدہ صریح کفر ہے یہ قرآن وحدیث کی تکذیب ہے۔ اس عقیدہ پر نہ اللہ تعالیٰ معبود رہتا ہے نہ خالق، نہ رازق، نہ عابد، نہ معبود۔ پھر نہ کچھ حلال نہ حرام۔ ایسے خیالات رکھنے والے اور پھر مسلمانی کا دم بھرنے والے حقیقت میں شیطان کے بندے ہیں۔ بے ایمان ہیں۔ یہ لوگ محض تقیہ اور نفاق کے طور پر شریعت کا دم بھرتے ہیں۔ رسمی طور پر نہ دل سے۔''

(فتاویٰ شرفیہ بر فتاویٰ ثنائیہ ج۱ص ۱۴۸)

رب نواز دیوبندی کے مشارالیہ مضمون میں پانچ حوالے پیش کئے گئے، حالانکہ مذکورہ پانچوں علماء صوفیاء کے مروّجہ وحدت الوجود (جس میں خالق ومخلوق میں فرق نہیں کیا جاتا بلکہ ہر چیز کو ''خدا'' قرار دیا جاتا ہے) سے بری بلکہ سخت مخالف تھے۔

دوسری طرف ایک آدمی نے دیوبندیوں کے ''سید الطائفہ'' حاجی امداد اللہ صاحب سے ان کے ایک مضمون کے بارے میں پوچھا:

''اس مضمون سے معلوم ہوا کہ عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔'' تو حاجی امداد اللہ نے جواب دیا: ''کوئی شک نہیں کہ فقیر نے یہ سب ضیاء القلوب میں لکھا ہے'' (شمائم امدادیہ ص ۳۴)

رب نواز دیوبندی اور تمام آلِ دیوبند سے سوال ہے کہ کیا کسی ثقہ بالاجماع یا ثقہ وصدوق عندالجمہور اہلِ حدیث عالم نے بھی اپنی کسی کتاب میں یہ لکھا ہے کہ ''عابد ومعبود میں فرق کرنا شرک ہے۔''؟ حوالہ پیش کریں! (۲۴/ جولائی ۲۰۱۱ء)

مزید: رب نواز دیوبندی نے ماہنامہ ''صفدر'' گجرات (عدد:٦) میں صوفی ابن عربی (الحلولی الاتحادی) کے بارے میں بعض اہلِ حدیث وبعض غیر اہلِ حدیث علماء کے چند تعریفی اقوال لکھے ہیں جو اس بات پر محمول ہیں کہ انھیں ابن عربی کے عقائد کا صحیح علم ہی نہیں تھا، یا وہ اس شخص کے باطل عقائد کو اس سے ثابت ہی نہیں سمجھتے تھے یا پھر وہ تاویلاتِ باطلہ کی عینک سے ان عقائدِ باطلہ میں تاویل کرتے تھے۔

دیکھئے ماہنامہ الحدیث حضرو:٤٩ ص ٢٣۔٢٤

ابن عربی نے کسی سے مخاطب ہو کر کہا:

پس تو بندہ ہے اور تُو رب ہے۔ (فصوص الحکم ص ٧٧، کلمہ اسماعیلیہ، الحدیث:٤٩ ص ١٤)

ابن عربی الحاتمی المرسی الصوفی (م ٦٣٨ھ) نے مزید کہا:

'' الربّ حق و العبد حق — يا ليت شِعري من المكلّف
إن قلت عبد فذاك ميّت — أو قلت ربّ أنى يكلّف ''

رب حق ہے اور بندہ حق ہے، کاش مجھے شعور ہوتا کہ کون مکلّف ہے؟
اگر میں کہوں: بندہ ہے، تو وہ مُردہ ہے اور (اگر) کہوں: رب، تو وہ کس طرح مکلّف ہو سکتا ہے؟ (الفتوحات المکیہ ج ١ ص ١٥)

اس قسم کے خطرناک عقائد کی وجہ سے قاضی صدر الدین علی بن ابی العز الحنفی رحمہ اللہ (متوفی ٧٩٢ھ) نے فرمایا:

'' ولكن ابن عربي و أمثاله منافقون، زنادقة اتحادية فى الدرك الأسفل من النار.... '' اور لیکن ابن عربی اور اس جیسے لوگ زندیق منافق اتحادی ہیں، وہ آگ کے نچلے حصے میں ہوں گے۔ (شرح عقیدہ طحاویہ مع تحقیق الالبانی ص ٥٥٧)

حافظ ذہبی نے فرمایا: '' صاحب فصوص الحكم، من طالع كتابه عرف انحرافه و ضلاله '' فصوص الحکم والا، جس نے اس کی کتاب کا مطالعہ کیا تو وہ اس کا (سیدھے راستے سے) انحراف اور گمراہی جان لے گا۔ (المغنی فی الضعفاء ٢/٣٥٢ ت ٥٨٤٤)

ملا علی قاری حنفی نے کہا: پھر اگر تم سچے مسلمان اور پکے مومن ہو تو ابن عربی کی جماعت کے کفر میں شک نہ کرو اور اس گمراہ قوم اور بے وقوف اکٹھ کی گمراہی میں توقف نہ کرو۔

(الرد علی القائلین بوحدۃ الوجود ص ۱۵۵، الحدیث: ۴۹ ص ۲۰)

شیخ الاسلام سراج الدین بلقینی رحمہ اللہ (متوفی ۸۰۵ھ) وغیرہ کے اقوال ماہنامہ الحدیث (عدد ۴۹) میں باحوالہ موجود ہیں۔

☆ سخاوی نے لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر العسقلانی (رحمہ اللہ) علانیہ ابن عربی اور اس جیسے لوگوں پر رد کرتے تھے... ایک دفعہ آپ کا ابن عربی کے ایک معتقد سے مباہلہ ہوا تھا تو وہ شخص سال ختم ہونے سے پہلے ہی ہلاک ہو گیا تھا۔ (الجواہر والدرر ۳/ ۱۰۴۷۔۱۰۴۸)

سخاوی نے مزید لکھا ہے کہ حافظ ابن حجر نے ابن عربی کے ایک جیالے سے بحث و مباحثہ کیا اور ابن عربی کو اس کے بُرے کلام کی وجہ سے بُرا کہا... پھر کہا: آؤ ہم دونوں مباہلہ کر لیں، عام طور پر دو مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ مصیبت کا شکار ہو جاتا ہے۔ اس آدمی نے کہا: اے اللہ! اگر ابن عربی گمراہ تھا تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔

اور حافظ ابن حجر نے کہا: اے اللہ اگر ابن عربی ہدایت پر تھا تو تُو مجھ پر لعنت فرما۔

وہ معاند شخص روضہ میں رہتا تھا، وہ رات کو کسی مہمان کے ساتھ گھر سے باہر نکلا اور واپسی پر کہنے لگا کہ مجھے کسی چیز نے پاؤں پر ڈس لیا ہے، جب وہ گھر پہنچا تو اندھا ہو گیا تھا اور صبح سے پہلے مر گیا۔ مباہلہ رمضان ۷۹۷ھ میں ہوا تھا اور وہ شخص ذوالقعدہ ۷۹۷ھ میں مر گیا تھا۔

(ملخصاً از الجواہر والدرر ج ۳ ص ۱۰۰۱۔۱۰۰۲)

اس مباہلے کا ذکر حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں بھی کیا ہے۔

(دیکھئے ج ۸ ص ۹۵ ح ۴۳۸۰۔۴۳۸۲ باب قصۃ أهل نجران، کتاب المغازی)

یہ ظاہر ہے کہ حافظ ابن تیمیہ، حافظ ذہبی، حافظ ابن حجر عسقلانی، شیخ الاسلام بلقینی، علامہ ابن ابی العز الحنفی اور ملا علی قاری وغیرہم (متقدمین) کے مقابلے میں چودھویں صدی ہجری کے وحید الزمان (غیر اہلِ حدیث) اور میاں نذیر حسین دہلوی، ثناء اللہ امرتسری اور نواب

صدیق حسن خان وغیرہم کے اقوال کی اہلِ حدیث کے نزدیک کوئی حیثیت نہیں ہے، لہٰذا رب نواز دیوبندی کا بُنا ہوا بیت العنکبوت بے کار ہے۔

بطورِ یاددہانی عرض ہے کہ خود نواب صدیق حسن خان صاحب نے لکھا ہے:

''وحدت الوجود کا مسئلہ کتاب وسنت کے واضح اور صریح نصوص کی بنیاد پر بے شک وشبہ کفر بواح ہے لیکن......'' (ابقاء المنن ص ۱۹۳، دوسرا نسخہ ص ۲۵۸)

رب نواز صاحب کی ''خدمت'' میں عرض ہے کہ اس وحدت الوجود کا ثبوت پیش کریں، جس میں آلِ دیوبند کے بقول: بندہ باطن میں خدا ہو جاتا ہے۔!!! (۱۵/ اگست ۲۰۱۱ء)

محمد قاسم نانوتوی کے چند حوالے

۱) محمد قاسم نانوتوی دیوبندی نے لکھا ہے: ''القصہ حضرت زید کا یہ قول ایک قول بے سند ہے۔ کوئی بات بے سند متصل لائق اعتبار نہیں'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۳۰۶)

۲) محمد قاسم نانوتوی نے بطورِ سرخی لکھا ہے: ''مذکور نہ ہونا معدوم ہونے کی دلیل نہیں ہے'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۹۹، ط ادارہ تالیفات اشرفیہ ملتان)

اور لکھا ہے: ''جناب مولوی صاحب معقولات کے طور پر تو اتنا ہی جواب بہت ہے کہ عدم الاطلاع یا عدم الذکر عدم الشے پر دلالت نہیں کرتا۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۲۰۰)

۳) محمد قاسم نانوتوی نے لکھا ہے: ''کون نہیں جانتا کہ ایسے مقامات میں جناب باری تعالےٰ باستثناءِ عقلی مستثنیٰ ہوا کرتا ہے اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْر سے کسی نادان کو بھی آج تک یہ شبہ نہیں پڑا، کہ جب اللہ ہر چیز پر قادر ہوا تو اپنے معدوم کر دینے یا اپنے شریک کے پیدا کر دینے پر بھی قادر ہوگا۔'' (ہدیۃ الشیعہ ص ۱۴۷)

ثابت ہوا کہ نانوتوی صاحب کے نزدیک بھی آیت مذکورہ سے بداً، امکانِ کذبِ باری تعالیٰ، خلف الوعید، کتاب وسنت واجماع کے منافی امور اور صفات مذمومہ وغیر مناسبہ کا اثبات جائز نہیں ہے۔

حافظ زبیر علی زئی

فیصل خان بریلوی رضاخانی کی دو بڑی خیانتیں

خیانت کرنا کبیرہ گناہ اور بہت بڑا جرم ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعود اور سیدنا سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہما دونوں نے فرمایا: ''المؤمن یطبع علی الخلال کلها إلا الخیانة و الکذب'' مومن کی طبیعت میں ہر عادت ہوسکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہوسکتا۔

(کتاب الایمان لابن ابی شیبہ: ۸۰۔۸۱ وسندہ قوی)

حافظ ذہبی نے ''کتاب الکبائر'' میں خیانت کو چونتیسویں (۳۴) کبیرہ گناہ کے تحت ذکر کیا ہے۔ (ص ۶۰۔۶۱ تحقیق سمیر بن امین الزہیری)

فیصل خان بریلوی رضاخانی نے ''الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ'' کے نام سے ایک کتاب لکھی ہے، جس کے ٹائٹل پر درج ذیل دعویٰ کیا ہے:

''نماز میں ناف کے نیچے ہاتھ باندھنے کے مسئلہ پر غیر مقلد زبیر علی علی زئی اور ارشاد الحق اثری کے اعتراضات کے علمی محاسبہ'' !!

اس خیانتی اور فراڈی محاسبے سے دو بڑی خیانتیں باحوالہ ورَدّ پیشِ خدمت ہیں:

۱) فیصل خان نے ''عرب محققین (حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم) کا نسخہ علامہ عابد سندھی پر اعتماد'' کی سُرخی کے تحت لکھا ہے: ''علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ پر عرب محققین حمد بن عبداللہ اور محمد بن ابراہیم اللحیدان کا اعتماد ہے۔ ان دونوں محققین نے مصنف ابن ابی شیبہ کی تحقیق کا کام سرانجام دیا۔ جو مکتبہ الرشد سے ۲۰۰۶ء میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ محققین علامہ عابد سندھیؒ کے نسخہ کے بارے میں لکھتے ہیں۔

''و هی نسخة کاملة و لا بأس بها'' یعنی یہ نسخہ کامل اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

(مصنف ابن ابی شیبہ تحقیق محمد بن عبداللہ الجمعہ ۱/ ۳۶۸)

معلوم ہوا کہ عرب محققین شیخ حمد بن عبداللہ الجمعۃ اور شیخ محمد بن ابراہیم اللحیدان کا بھی

اعتماد نسخہ علامہ عابد سندھی پر ہے اور ارشاد الحق اثری صاحب کا اس نسخہ پر اعتراض دلائل کی روشنی میں غلط ہے۔" (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۳۹)

عرض ہے کہ فیصل خان کے مشار الیہا صفحے پر محمد عابد سندھی کے نسخے کے بارے میں صاف لکھا ہوا ہے کہ " **و هي نسخة كاملة و لا بأس بها لو لا ما فيها من التصحيفات و السقط الكثير الذي يعادل عدة أسانيد في مكان واحد - أحياناً ! - و قد بيّنا كل ذلك أثناء التحقيق.** "

اور یہ نسخہ مکمل ہے اور اس کے ساتھ کوئی حرج نہیں (تھا) اگر اس میں جو تصحیفات ہیں وہ نہ ہوتیں اور بعض اوقات سقط کثیر نہ ہوتا جو کئی سندوں کو ایک مکان پر ملا دیتا ہے اور ہم نے تحقیق کے دوران میں یہ سب بیان کر دیا ہے۔ (ص ۳۶۸)

عبارت مذکورہ سے معلوم ہوا کہ محققین مذکورین نے محمد عابد سندھی کے نسخے کو مطلقاً "**و لا بأس بها**" نہیں کہا بلکہ "**لو لا ما فيها**" کے ساتھ مشروط کیا اور اس نسخے پر دو اعتراضات کئے:

۱: اس نسخے میں تصحیفات (غلطیاں) ہیں۔

۲: اس نسخے میں سقط کثیر ہے یعنی کاتب سے لمبی عبارتیں لکھنا رہ گئی ہیں۔

محققینِ نسخہ نے صفحہ مذکورہ کے حاشیہ پر محمد عابد سندھی کے بارے میں لکھا ہے:

"**هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد لمذهب أبي حنيفة ! قال صديق خان ....**" وہ اپنے زمانے میں شیخ روایت تھا، مذہبِ ابی حنیفہ میں شدید تعصب کے ساتھ! صدیق (حسن) خان نے کہا..." (ص ۳۶۸)

[**فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس اس مضمون کے آخر میں صفحہ ۴۸ پر موجود ہے۔**]

محققین (میں سے ایک) نے مزید لکھا ہے:

" **و ليتها كانت متقنة أو متوسطة الاتقان، لكنها تميل إلى الضعف، كما ذكرت** " اور کاش کہ یہ نسخہ مستحکم و مضبوط اور بے عیب ہوتا یا درمیانے درجے کا مضبوط و پختہ

ہوتا، لیکن یہ ضعف کی طرف مائل ہے جیسا کہ میں نے ذکر کر دیا ہے۔ (حاشیہ ص ۳۶۸)

نسخہ مذکورہ کے محقق صاحب تو محمد عابد سندھی (متعصب حنفی) کے نسخے کو درمیانے درجے کا مضبوط و پختہ نسخہ بھی تسلیم نہیں کرتے بلکہ ضعف کی طرف مائل قرار دیتے ہیں اور فیصل خان صاحب یہ دعویٰ کر رہے ہیں کہ ان کا عابد سندھی کے نسخے پر اعتماد ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ﴿ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِىْ كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴾

''اور یقیناً اللہ تعالیٰ کامیاب نہیں ہونے دیتا دغابازوں کی فریب کاری کو۔''

(سورۃ یوسف: ۵۲، ضیاء القرآن ج ۲ ص ۴۳۶)

فیصل صاحب! خائنین (خیانت کرنے والوں) کی فریب کاری ناکام رہے گی۔ ان شاء اللہ

۲) فیصل خان صاحب نے نعمان بن سعد (صدوق حسن الحدیث) کے بارے میں لکھا ہے: ''امام ابوداؤد لکھتے ہیں۔ **سمعت احمد قال: نعمان بن سعد الذی یحدث عن علی مقارب الحدیث لا باس به (سوالات ابی دائود ص ۲۸۷ رقم: ۳۳۲)** یعنی نعمان بن سعد مقارب الحدیث ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ امام ابوداؤد کی توثیق کے بعد نعمان بن سعد پر مجہول کی جرح فضول ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ نعمان بن سعد ثقہ اور صحیح راوی ہے۔'' (الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۶۲)

عرض ہے کہ یہ امام ابوداود کا قول نہیں بلکہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے جس کی مکمل عبارت پیشِ خدمت ہے: ''**سمعت أحمد قال: النعمان بن سعد الذي يحدّث عن علي مقارب الحديث لا بأس به، ولكن الشأن في عبد الرحمٰن بن إسحاق، له أحاديث مناكير** ''میں نے احمد (بن حنبل) سے سنا، انھوں نے فرمایا: نعمان بن سعد جو علی (بن ابی طالب رضی اللہ عنہ) سے حدیثیں بیان کرتا تھا، مقارب الحدیث لابأس بہ ہے، لیکن مسئلہ عبدالرحمٰن بن اسحاق (الکوفی) میں ہے، اس کی حدیثیں منکر ہیں۔

(سوالات ابی داود ص ۲۸۷۔۲۸۸ فقرہ: ۳۳۲)

فیصل خان صاحب نے '' **ولكن الشأن في عبد الرحمٰن بن إسحاق، له**

أحادیث مناکیر ''کے الفاظ چھپا کر بہت بڑی خیانت کی ہے اور یہ ان لوگوں کا کام ہے جنھیں مسخ کر کے بندر اور خنزیر بنا دیا گیا تھا۔

یاد رہے کہ امام اہلِ سنت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کو ''منکر الحدیث'' (الضعفاء للبخاری: ۲۰۳، التاریخ الکبیر ۵/ ۲۵۹)

''متروك الحدیث'' (کتاب العلل ۱/ ۳۵۰ ت ۲۱۸۹)

اور ضعیف ولیس بشیٔ قرار دیتے تھے، لہٰذا شعبدہ بازی اور تفلسف کے ذریعے سے یہاں ''مناکیر'' کا معنی '' أفراد '' کرنا غلط ہے۔

تنبیہ: نعمان بن سعد کے بارے میں راقم الحروف کی سابقہ عبارات منسوخ ہیں۔

فیصل خان کی کتاب مذکور میں اکاذیب، افتراءات، خیانتیں، دھوکے، مغالطے، شعبدہ بازیاں اور اباطیل کثرت سے موجود ہیں اور عقل مند کے لئے فیصل خانی دیگ کے مذکورہ دو چاول ہی کافی ہیں۔

فیصل خان کے ایک افتراء کا جواب: راقم الحروف نے مسند احمد (۵/ ۲۲۶ ح ۲۲۳۱۳) سے ایک حدیث '' عن یمینه و عن شماله '' کے الفاظ سے نقل کی ہے۔

(دیکھئے نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام ص ۱۴)

اس کے بارے میں فیصل خان نے لکھا ہے: ''مسند احمد میں حضرت ھلب الطائیؓ کی حدیث میں عن شمالہ کی بجائے عن یسارہ کے الفاظ ہیں لہٰذا اس میں لفظی تحریف کی ہے۔''

(الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۹۰)

عرض ہے کہ راقم الحروف کی پیش کردہ روایت ''عالم الکتب بیروت لبنان'' کے مطبوعہ نسخے (۱۴۱۹ھ ۱۹۹۸م) میں '' وعن شماله '' کے الفاظ سے صاف موجود ہے۔

(ج ۷ ص ۳۳۷ ص ۲۲۳۱۳)

اور ''نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام'' میں حوالۂ مذکورہ میں اسی نسخے کا نمبر لکھا گیا ہے، لہٰذا یہ تحریف نہیں بلکہ صحیح حوالہ ہے اور فیصل خان نے تحریف کا الزام لگا کر جھوٹ بولا ہے۔

مسند احمد کی مذکورہ روایت اور اس کے حاشیے کا عکس درج ذیل ہے:

٣٣٧ هلب الطائي

٢٢٣١٢ ـ حدثنا وكيع، حدثنا سفيان، عن سماك بن حرب، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه قال: سألت رسول الله ﷺ، عن طعام النصارى. فقال: لا يَتَخَلَّجَنَّ في صدرك طعام ضارعت فيه النصرانية.

٢٢٣١٣ ـ حدثنا يحيى بن سعيد، عن سفيان حدثني سماك، عن قبيصة بن هلب، عن أبيه. قال: رأيتُ النبي ﷺ ينصرف عن يمينه وعن شماله [1]، ورأيته يضع هذه على صدره (وصف يحيى اليمنى على اليسرى) فوق المفصل [2].

(١) في الميمنية، و (ظ ٤) و (ق): «يساره»، وأثبتناه من «جامع المسانيد» ٤/ الورقة ٢٧٥، و «أطراف المسند» ٢/ الورقة ١٠٤.

فائدہ: عن شمالہ اور عن یسارہ کا مطلب ایک ہے یعنی بایاں ہاتھ۔ عربی زبان میں بائیں جانب کو شمال بھی کہتے ہیں اور یسار بھی کہتے ہیں۔ (دیکھئے القاموس الوحید ص ۸۸۸، ۱۹۱۳)

تنبیہ: فیصل خان نے قبیصہ بن ہلب، سماک بن حرب، مومل بن اسماعیل، سلیمان بن موسیٰ الدمشقی رحمہم اللہ اور عبدالرحمٰن بن اسحاق الکوفی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے، تانا بانا تانتا ہے اور جو مکڑی کا جالا بُنا ہے وہ نری شعبدہ بازی، لفاظی اور بیت العنکبوت ہے، جس کے رد کے لئے راقم الحروف کی کتاب (نماز میں ہاتھ باندھنے کا حکم اور مقام) اور اصل کتابوں کی طرف رجوع ہی کافی ہے۔

لطیفہ: فیصل خان نے مضطرب الحدیث کو جرح مفسر بنانے کی کوشش کی ہے۔

(دیکھئے الدرۃ فی عقد الایدی تحت السرۃ ص ۱۰۲-۱۰۳)

اور اُن کے ممدوح غلام مصطفیٰ نوری بریلوی رضاخانی نے صاف لکھا ہے: ''حافظہ کا خراب ہونا، مضطرب الحدیث ہونا، یہ جرح مفسر ہے جو کہ تعدیل پر مقدم ہے لہٰذا امام مالک علیہ الرحمہ کا اس کو ثقہ کہنا غیر مقلدین کے کام نہیں آسکتا۔'' (ترک رفع یدین ص ۳۵۵ طبع جون ۲۰۰۴ء)

عرض ہے کہ صحیح مسلم کے مصنف امام مسلم رحمہ اللہ نے لکھا ہے: ''**أبو حنيفة النعمٰن بن ثابت صاحب الرأي، مضطرب الحديث، ليس له كبير حديث صحيح**''

(کتاب الکنیٰ والاسماء للامام مسلم قلمی ص ۱۰۷ (۳۱)، تاریخ بغداد ۱۳/ ۴۵۱ وسندہ صحیح)

اس ''اپنی تسلیم کردہ جرح مفسر'' کے بارے میں کیا خیال ہے؟! (۹/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

فیصل خان کے مذکورہ صفحے کا عکس (مقدمہ مصنف ابن ابی شیبہ ص ۳۶۸):

عدد الأسطر والكلمات: ٤٥ سطراً، وفي بعض الصفحات أقل قليلاً، وبعضها أكثر قليلاً. وفي كل سطر ٢٥ كلمة تقريباً.

ناسخها: السيد محمد محسن الزراقي [1].

تاريخ نسخها: (١٠/ شعبان/ ١٢٢٩هـ).

وصفها: واضحة الخط ومنقطة، إلا أنه دقيق جداً؛ فربما أشكل! وهي نسخة كاملة ولا بأس بها لولا ما فيها من التصحيفات والسقط الكثير الذي يعادل عدة أسانيد في مكان واحد -أحياناً !-. وقد بيّنا كل ذلك أثناء التحقيق. ولعل السبب في دقة خطها، هو ما ألزم الناسخ به نفسه من ضغط للحروف والأسطر لتخرج النسخة في أصغر حجم ممكن!. وعناوين الأبواب فيها مدموجة مع الآثار إلا أنه جعلها بخط أكبر. ولا يوجد عليها أية سماعات.

وقد رقّمها الناسخ - وفي ترقيمه بعض الخطأ - وفي أولها فهرس للأبواب. والملاحظ أن الخط تغير في وسطها عن أولها وآخرها؛ فلعل صاحب النسخة استعان بناسخين. وصاحب هذه النسخة هو محمد عابد السندي المحدث الفقيه الحنفي المشهور [2]. وقد وقفها على أولاده، ثم دخلت

---

(١) الخط غير واضح، ولم أقف له على ترجمة.

(٢) هو شيخ الرواية في عصره على تعصبه الشديد لمذهب أبي حنيفة !. قال صديق خان: «... وهذا من غرائب الدنيا وعجائب الدهر!...»، له: «ترتيب مسند الشافعي» «والمواهب اللطيفة على مسند أبي حنيفة» و «حصر الشارد من أسانيد محمد عابد» وغيرها. وهو غير محمد حياة السندي (ت ١١٦٣هـ) فإن هذا شيخ الشيخ محمد بن عبدالوهاب، رحمهما الله تعالى، وغير نور الدين السندي (ت ١١٣٨هـ) صاحب الحواشي على الكتب الستة وغيرها. توفي محمد عابد سنة ١٢٥٧هـ. انظر: أبجد العلوم ٣/ ١٧١- ١٧٢، وفهرس الفهارس ١/ ٣٦٣- =

مقدمہ مصنف ابن ابی شیبہ کے صفحہ ۳۶۹ کے حاشیے کا عکس:

(١) هذه المخطوطة من أشهر نسخ «المصنف» - فيما رأيت- فقلّما تخلو مكتبة من مصورة لها، وقلّما عالم له عناية بالحديث والآثار إلا ونسخ منها أو صوّر عليها أو اطلع عليها في أقل الأحوال. فمن هؤلاء: شمس الحق العظيم آبادي؛ كما ورد في خاتمة نسخة (و)، والمباركفوري (مقدمة تحفة الأحوذي ١/ ٣٢٤)، والكتاني (الرسالة المستطرفة: ٤٠)، والأعظمي (مقدمة تحقيقه للمصنف)، وحماد الأنصاري (مكتبته)، ومحمد رواس قلعة جي (في موسوعاته في فقه السلف)، وطابعو «المصنف» في الطبعات السلفية و«ط دار التاج» و«دار عالم الكتب» (العمروي) وما لا أحصي من طلبة العلم المهتمين بالمخطوطات. والسبب في ذلك: قلة أجزائها وصفحاتها مما يسهل تصويرها وحملها والرجوع إليها، وليتها كانت متقنة أو متوسطة الإتقان، ولكنها تميل إلى الضعف، كما ذكرت.

بعض آلِ تقلید کا مصنف ابن ابی شیبہ کی ایک روایت سے محرفانہ استدلال

موسیٰ بن عمیر عن علقمہ بن وائل (رحمہما اللہ) عن ابیہ (رضی اللہ عنہ) کی سند سے آیا ہے کہ (سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:) میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، آپ نے نماز میں اپنا دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ پر رکھا تھا۔ (مصنف ابن ابی شیبہ ۱/ ۳۹۰ ح ۳۹۳۸، اور کئی کتبِ حدیث)

اس حدیث کی تخریج جدول کی صورت میں درج ذیل ہے:

یہاں × کا مطلب یہ ہے کہ اس حوالے میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ موجود نہیں ہیں۔

سیدنا وائل بن حجر رضی اللہ عنہ
|
علقمہ بن وائل رحمہ اللہ
|
موسیٰ بن عمیر رحمہ اللہ

ابو نعیم (الفضل بن دکین)
☆
تاریخ یعقوب بن سفیان (۱۲۱/۳)
السنن الکبریٰ للبیہقی (۲۸/۲)
المعجم الکبیر للطبرانی (۲۲/ ۹ ح۱)
التمہید (۲۰/ ۷۲)
المتفق والمفترق للخطیب (۳/ ۲۷۴، شاملہ)
السنن الصغریٰ للبیہقی (۱/ ۱۱۸ ح ۳۴۹)
تہذیب الکمال (۱۸/ ۴۹۹)
×

عبداللہ بن المبارک
☆
السنن الصغریٰ للنسائی (۲/ ۱۲۵۔۱۲۶ ح ۸۸۸)
السنن الکبریٰ للنسائی (ح ۹۶۱)
التمہید (۲۰/ ۷۲)
×
اس روایت میں موسیٰ بن عمیر کے ساتھ قیس بن سلیم کا اضافہ بھی موجود ہے۔

خلاد (بن یحییٰ)
☆
الاوسط لابن المنذر (۳/ ۹۰ ح ۱۸۲)
×

عبیداللہ بن موسیٰ
☆
المتفق والمفترق للخطیب (۳/ ۲۷۴، شاملہ)
×
اصل میں غلطی سے یہاں عبداللہ چھپ گیا ہے، جبکہ صحیح عبیداللہ ہے۔

وکیع (بن الجراح)

احمد بن حنبل (المسند ۴/ ۳۱۶) ×
عبداللہ بن ہاشم (شرح السنۃ ۳/ ۳۰) ×
یوسف بن موسیٰ (سنن دارقطنی ۱/ ۲۸۶) ×
ابن ابی شیبہ (۱/ ۳۹۰) نسخوں میں اختلاف اور عام نسخوں میں ×

اس تخریج سے ثابت ہوا کہ موسیٰ بن عمیر کے پانچ شاگردوں میں سے چار شاگردوں کی روایات میں ''تحت السرۃ'' یعنی ناف سے نیچے، کا اضافہ موجود نہیں۔ پانچویں شاگرد امام وکیع کے چار شاگرد ہیں۔ تین شاگردوں کی روایات میں ''تحت السرۃ'' کے الفاظ موجود نہیں۔ چوتھے شاگرد (ابن ابی شیبہ) کی کتاب کے نسخوں میں اختلاف ہے اور اکثر نسخوں میں '' تحت السرۃ '' کے الفاظ نہیں، لہٰذا بعض آلِ تقلید کا ان مشکوک الفاظ سے استدلال غلط ہے۔ (۱۱/ ستمبر ۲۰۱۱ء)

Monthly AlHadith Hazro

ہمارا عزم

- قرآن وحدیث اوراجماع کی برتری
- سلف صالحین کے متفقہ فہم کا پرچار
- صحابہ، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور تمام ائمہ کرام سے محبت
- صحیح وحسن روایات سے استدلال اور ضعیف ومردود روایات سے کلی اجتناب
- اتباع کتاب وسنت کی طرف والہانہ دعوت
- علمی، تحقیقی ومعلوماتی مضامین اور انتہائی شائستہ زبان
- مخالفین کتاب وسنت اور اہل باطل پر علم ومتانت کے ساتھ بہترین وبادلائل رد
- اصولِ حدیث اور اسماء الرجال کو مدنظر رکھتے ہوئے اشاعت الحدیث
- دینِ اسلام اور مسلک اہل الحدیث کا دفاع
- قرآن وحدیث کے ذریعے اتحادِ امت کی طرف دعوت

قارئین کرام سے درخواست ہے کہ ''الحدیث'' حضرو کا بغور مطالعہ کر کے اپنے قیمتی مشوروں سے مستفید فرمائیں، ہر مخلصانہ اور مفید مشورے کا قدر وتشکر کی نظر سے خیر مقدم کیا جائے گا۔
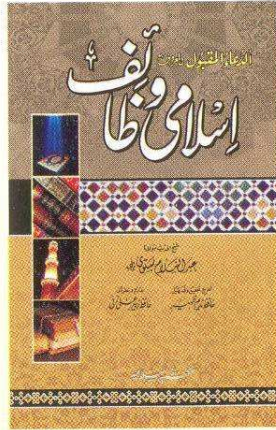
تخریج، تحقیق وتسہیل
حافظ ندیم ظہیر

تقدیم ونظرثانی
حافظ زبیر علی زئی

اُردو زبان میں قدیم اور اپنے موضوع پر بہترین کتاب جس میں دعا واذکار اور ان کے مسائل کا بھرپور احاطہ کیا گیا ہے۔

- قدیم اور مشکل عبارت کی تسہیل۔
- تمام آثار وروایات کی مکمل تخریج۔
- وضاحت طلب مقامات پر مفید اضافے۔

ایک ایسی کتاب جو آپ کا اپنے رب سے تعلق استوار کرنے میں معاون ثابت ہوگی۔

مکتبہ اسلامیہ

بالمقابل رحمان مارکیٹ غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور۔ پاکستان فون: 042-37244973

بیسمنٹ سمٹ بینک بالمقابل شیل پٹرول پمپ کوتوالی روڈ، فیصل آباد۔ پاکستان فون: 041-2631204, 2034256

alhadith_hazro2006@yahoo.com